ہماری ویب ڈیجیٹل بک

# شائستہ عابد

# SHAISTA ABID

ہماری ویب پر شائع شدہ تحریروں کا مجموعہ

HAMARI WEB .com

**E-BOOK SERVICES**

*Collection of Published Articles*
*By "Shaista Abid"*
*at Hamariweb.com*

# باس ڈے - کچھ توجہ طلب نکات

آج کل تو ہر آنے والا دن ٹیلی وژن اور اخبارات میں کسی نہ کسی خاص دن کی حیثیت سے منایا جاتا ہے۔ اس میں اکثر تو بہت دلچسپ ہوتے ہیں جیسے پچھلے دنوں انڈوں کا عالمی دن منایا گیا۔ اور کچھ دن تو ایسے بھی آجاتے ہیں کہ جن کے ذریعے ماتحتوں کو اپنا پیغام اپنے مالکوں تک پہنچانے کا موقع مل جاتا ہے، جی ہاں "باس ڈے " جو ۱۶ اکتوبر کو منایا گیا۔ جس پر میرے خیال میں زیادہ توجہ نہیں دی گئی۔ اور کاروبارِ زندگی مالکوں کی طرف سے روز کی طرح چلتا رہا بس۔

میں یہاں کچھ تجاویز دینا چاہتی ہوں کہ جس کے ذریعے باس اور ماتحتوں کے درمیان خلوص اور اعتماد کو بحال کیا جاسکتا ہے یا یوں کہیے کہ ان دونوں کے درمیان مختلف تلخیوں کو حل کیا جاسکتا ہے۔۔۔

ماتحت عملے میں سے اگر کوئی وقت سے تھوڑا دیر سے دفتر پہنچے تو باس کی طرف سے اسکا سختی سے نوٹس لیا جاتا ہے۔ ظاہر ہے لوکل ٹرانسپورٹ میں سفر کرنے والے کو اس طرح کے مسائل کا سامنا تو ہوگا اور اسکے علاوہ کوئی بھی ایکسکیوز مضبوط ہونے کے باوجود بھی معمولی سمجھ کر نظرانداز کردیا جاتا

ہے۔ اور اسکی عزت نفس کو مجروح کیا جاتا ہے۔ جبکہ ایسا نہیں کیا جانا چاہیئے ۔" باس کو تھوڑا رعایتی انداز اختیار کرنا چاہیئے۔ کیونکہ اکثر باس بھی تو دیر سے دفتر پہنچتے ہیں" اسلیئے کہ وہ انکا اپنا ہوتا ہے!

کچھ جگھوں /دفاتر میں تو یوں بھی کیا جاتا ہے کہ اگر کوئی کسی دن مجبوری کے تحت چھٹی کرلے تو ماہانہ ملنے والی تنخواہ میں سے پیسے کاٹ لئے جاتے ہیں جو کہ انتہائی تکلیف دہ اقدام ہے۔ "باس" کو ایسا نہیں کرنا چاہیئے اس سے ماتحتوں میں اس کے مخالف جذبات جنم لیتے ہیں۔

کہیں پر تو تنخواہ بہت تاخیر سے دی جاتی ہے جس کے دوران عملے کیلیئے گزر اوقات کافی مشکل ہو جاتی ہے اور باس کیلیئے غم و غصہ کے تاثرات سامنے آتے ہیں۔ اس سلسلے میں باس" کو چاہیئے کہ اگر فرم کو کوئی نقصان ہو رہا ہے یا نفع میں کمی آ رہی ہے تو اسے" عملے کو اعتماد میں لینا چاہیئے تاکہ آپ کا پورا عملہ آپ کا بھرپور ساتھ دے۔ مگر بغیر کسی وجہ کے جان بوجھ کر انکے حقوق ضبط نہیں کرنے چاہیئے۔

کئی مقامات پر تو یہ بھی سننے میں آیا ہے کہ ان کے باس اپنے ہی دفاتر کے مختلف ڈیپارٹمنٹ کا ایک طویل عرصہ گزر جانے کے باوجود بھی وزٹ کرنا گوارا

ہی نہیں کرتے جس سے ورکرز میں بد دلی جنم لیتی ہے۔ اس بارے میں 'باس" کو چاہیئے کہ وہ دن مقرر کرے اور کم از کم مہینے میں دو، تین مرتبہ ضرور اپنے تمام سٹاف سے ملے، ان کے ڈیپارٹمنٹ کا دورہ کرے۔ ان کی شکایات سنے اور انکے کام کی تعریف کرے، جہاں مزید بہتری کی ضرورت ہو وہاں متعلقہ عملے کی رہنمائی کرے اس سے تمام عملہ خوش اور مطمئن رہے گا۔

اکثر باس بہت موڈی ہوتے ہیں وہ اپنے ماتحتوں کو ایسی عزت نہیں دیتے کہ جتنا عزت واحترام سٹاف انکو دیتا ہے۔ اس سے یہ نقصان ہوتا ہے کہ کام کرنے والے آپکے خلاف باتیں کرنے لگتے ہیں اور آپکو آپکی غیر موجودگی میں اچھے الفاظ میں یاد نہیں کیا جاتا۔ یہ سب کچھ عملہ صرف باس کے بلاوجہ کے سخت رویے کی وجہ سے کرتا ہے۔ ''باس" کو چاہیئے کہ وہ ایک حد تک کام کے معاملے میں سختی رکھے اور اسکے علاوہ اپنے سٹاف کو تھوڑی بہت relaxation دینا بھی ضروری ہے۔ آپکو سب سے خوش مزاجی سے پیش آنا چاہیئے۔

جب عید کے دن نزدیک آتے ہیں تو اس سے کچھ دن پہلے عملے کو تنخواہ ملنے کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ مگر کچھ اضافی نہیں دیا جاتا۔ جس سے سٹاف میں اداسی پھیلتی ہے کیونکہ ایک تو اس خاص موقع پر اخراجات میں اضافہ اور عیدی نہ ملنے پر پھیکی سی عید! باس" کو چاہیئے کہ وہ اپنی اور فرم کی حیثیت کے "

مطابق سٹاف ممبران کو تنخواہ کے ساتھ کچھ نہ کچھ رقم اضافی ضرور دے کہ جس سے اس کی عزت عملے میں مزید بڑھے گی۔ اور جو سٹاف عید پر بھی اپنی ذمہ داریاں نبھانے اور اپنے رشتہ داروں، گھر والوں کو چھوڑ کر دفتری امور کیلئے دفتر میں موجود ہوتا ہے ان کیلئے وقت نکال کر باس دفتر ضرور جائے اور وہاں موجود افراد کو عید کی مبارکباد دے۔ دفتر کے پورے سٹاف میں مردوں کے ساتھ ساتھ خواتین بھی شامل ہوتی ہیں کہ جن کا احترام عملے کے ساتھ ساتھ باس پر بھی لازم ہے اس لئے 'باس " کو آفس میں خواتین سے سخت رویے سے پرہیز کرنا چاہیئے۔

کسی بھی کاروبار میں ہمیشہ نفع کو ترجیح دی جاتی ہے۔ یہ بات صحیح ہے مگر اس میں صرف باس کو اپنا نفع اور فرم کے علاوہ اپنے عملے کا بھی خیال رکھنا چاہیئے تاکہ وہ اور بھی محنت اور توجہ سے کام کریں۔

دفاتر میں مطلوبہ عرصہ گزر جانے کے باوجود بھی سٹاف کے کچھ لوگ ترقی سے محروم بیٹھے اسی گریڈ پر کام کرتے کرتے مایوسی کا شکار ہوتے جاتے ہیں اور باس کو اس بات کا احساس تک نہیں ہوتا۔ یہ رویہ بالکل غلط ہے اس میں "باس " کو چاہیئے کہ ہر کچھ عرصے بعد ایک رپورٹ تیار کروائے اور اس کے مطابق

ماتحت ممبران کو ترقی دے۔
یہ تمام چھوٹی چھوٹی باتیں کسی بھی دفتر میں آپ کے ورکرز کیلئے بہت اہمیت رکھتی ہیں اس لئے آپ کو ان کے درمیان اپنا امیج بہتر بنانے کیلئے، اہمیت اور حقیقی عزت واحترام حاصل کرنے کیلئے ان تمام نکات کو مدنظر رکھنا چاہیئے تاکہ عملہ بھی خوش رہے اور آپ کی موجودگی کے ساتھ ساتھ غیر موجودگی میں بھی آپ کو تعریفی کلمات میں یاد کیا جائے۔۔۔!

# جہیز ایک بجلی گراتا لفظ

ایک ایسا لفظ کہ جو نئے رشتوں کے آغاز پر ہی مسرت بھرے پر رونق چہروں پر کیسے بجلی بن کر گرتا ہے۔ جب ٹیلی فون پر کچھ لوگ خاص مہمان بن کر آنے کی خوشخبری سناتے ہیں تو دوسری طرف کیسے جشن کا سا سماں بندھ جاتا ہے۔ طرح طرح کے پکوان تیار کئے جاتے ہیں، گھر کو خوب چمکایا جاتا ہے، تمام افراد رنگ.برنگے ملبوسات زیب تن کئے ہوئے ڈور بیل بجنے کا انتظار کرنے لگتے ہیں کہ اچانک گھنٹی بجنے کی آواز سب کو چوکنا کر دیتی ہے اور پھر ہنستے مسکراتے چہروں کے ساتھ کچھ لوگ اندر داخل ہوتے ہیں جن کا انتہائی احترام اور گرم جوشی سے استقبال کیا جاتا ہے۔ سب مل بیٹھتے ہیں اور نئے رشتوں کو جوڑنے کا فیصلہ کرتے ہیں، اس بات کے طے ہوتے ہی مٹھائیوں کی تقسیم کے سلسلے کا آغاز ہو جاتا ہے اور ہر طرف مبارک باد کی وصولیاں شروع ہو جاتی ہیں، مگر پھر اچانک۔۔۔اچانک ایک لفظ کا تقاضا انتہائی بے دردی سے کر دیا جاتا ہے اور یہ کیسے کچھ چہروں کی تازگی کو ماند کر جاتا ہے اور وہ ہے "جہیز"۔۔۔۔۔

یہ کوئی نیا ایشو نہیں بلکہ کئی.برسوں سے اس نے ہمارے غریب اور درمیانے طبقے کو پریشانی میں مبتلا کر رکھا ہے۔ ان کی بیٹیوں کے جوان ہوتے ہی ان کی

راتوں کی نیند اڑتی جاتی ہے، طرح طرح کی سوچیں ان کا دماغی سکون چھیننا شروع کر دیتی ہیں، باپ جب تھکا ہارا شام کو گھر لوٹتا ہے تو وہ کمزور سا دکھائی دینے لگتا ہے کہ جیسے روز بروز اسے کوئی دکھ اندر ہی اندر کھاتا جا رہا ہو اور اسے سکھ کا سانس نہ لینے دیتا ہو۔ ظاہر ہے کہ جہیز کی چیزیں اکھٹی کرنا شروع کرنا ایک انتہائی ذمہ داری اور دن رات ایک کر دینے والا کام ہے۔ اور پھر جس تیزی سے ہر چیز کی قیمتیں آسمان کو چھوتی جا رہی ہیں اسے تو دیکھتے دیکھتے نچلے طبقے کی گردن اب شدید درد کی وجہ سے بہت جھک گئی ہے۔

ہمارے معاشرے میں اس لفظ کی ادائیگی لڑکے والوں کی طرف سے ایسے بے تکلفی سے کر دی جاتی ہے کہ جیسے کسی معمولی سی چیز کا تقاضا کر رہے ہوں۔ اور آج کل تو ضرورت کی مقررہ چیزوں کے علاوہ اور بھی بہت سی گھریلو اشیا کے ساتھ ساتھ گاڑی، موٹر سائیکل کا دھڑلے سے مطالبہ کیا جاتا ہے۔ انھیں تو اس بات کا احساس تک نہیں ہوتا کہ یہ الفاظ تو کسی خوفناک بجلی کی طرح لڑکی کی والدین پر کڑکے ہوں گے۔ ان کی سختی اور بوجھ ان بزرگوں کو اور بھی کمزور سا کر جاتا ہے۔ بس۔۔۔ پھر ایک آہ "کہ بیٹی کو آخر کب تک گھر بٹھائیں رکھیں گے " یہ سوچ کر وہ لڑکے والوں سے کچھ وقت کا تقاضا کرتے ہیں اور پھر لگ جاتے ہیں دن رات جہیز کی ان گنت چیزوں پر مشتمل چھوٹی بڑی اشیاء کی لسٹ کو مکمل کرنے

پر۔۔۔آخر کار انتہائی محنت اور لاکھوں کے قرض کے بوجھ تلے دبے والدین کو رخصتی کی تاریخ دے دی جاتی ہے،اور لڑکی بخیر وعافیت اپنے والدین کی دعاؤں اور نیک تمناؤں کے سائے تلے اپنے گھر کی دہلیز ہمیشہ کے لئے چھوڑ کر پیا دیس سدھار جاتی ہے۔۔۔
مگر آگے جا کر طوفان کہاں ٹلتا ہے، بلکہ آہستہ آہستہ چھوٹی سی چھوٹی چیز کی بناوٹ اور معیار پر بحث کا افتتاح۔ اور اگر سرے سے جہیز نہ دو یا ضرورت کی دو چار چیزیں دے کر رخصتی کر دو، تو پھر زندگی بھر آگ کی تپش کی طرح جلاتے الفاظ کا شور۔۔۔۔
کی رپورٹ کے مطابق لڑکیوں کو زندہ جلائے جانے کی بنیادی وجہ ۲۰۰۹"
جہیز"ہے" . انسانی حقوق کی تنظیموں کے مطابق پاکستان میں ہر سال تقریباً 300"
ایسے واقعات سامنے آتے ہیں کہ جن میں خواتین کو زندہ جلائے جانے کی ایک اہم وجہ
! جہیز بھی ہے
گاؤں میں تو یہ باتیں اور واقعات عام ہوتے ہیں مگر جب شہروں کے پڑھے لکھے لوگ اس طرح کا کوئی بھیانک قدم اٹھائیں تو ان کی اس جاہلیت اور سفاکی پر اور بھی زیادہ دکھ ہوتا ہے، رونا آتا ہے۔

اس بھاری بھر کم جہیز کا مطالبہ اس لئے کیا جاتا ہے کہ اب دکھاوے اور مصنوعی بناوٹ کا دور دورہ ہے، لوگوں کے دلوں میں لالچ نے گھر کر لیا ہے۔ گھروں کی مائیں بہنیں اپنے ہمسایوں کی بہوؤں سے زیادہ امیر اور گھر کو قیمتی اشیا سے ریل پیل کر دینے والی لڑکی لانا چاہتے ہیں کہ جو محلے میں ان کی شان بڑھا دے اور ان کی ناک کو اونچا کر دے۔ وہ لوگ چھوٹی سے چھوٹی چیز کا تقاضا تو یوں کر دیتے ہیں کہ جیسے خدانخواستہ خود خالی گھر میں عام سی چیزیں لئے کسی فقیر کی طرح زندگی بسر کر رہے ہوں ۔۔۔۔۔

کے نکاح میں کیا کیا چیزیں دیؓ ہم سب جانتے ہیں کہ حضورﷺ نے اپنی بیٹی فاطمہ تھیں اور جن کو

نے کس خوشی اور رضا سے قبول کیا تھا۔ مگر نا جانے کیوں اس اعلیٰ مثالؓ حضرت علی کو اس پاک اور پیاری ہستی کو بھی ہم نعوذ باللہ نظر انداز کر جاتے ہیں اور کوئی سبق نہیں سیکھتے کیونکہ ہم انتہائی اخلاقی پستی کا شکار ہوتے جا رہے ہیں۔

بلکہ حال تو یہ ہے کہ لوگ آج کل جتنا کچھ جانتے ہیں اس کے باوجود کس طرح ان فضول کاموں میں پڑے ہوئے ہیں اور کیسے کھلم کھلا پوری دنیا کے سامنے لڑکی

والوں کے لئے ان تکلیف دہ خواہشات کا اظہار کر جاتے ہیں۔ اس کی بے شمار مثالیں آپ اتوار کے میگزین میں اندرونی صفحات پر ملاحظہ کر سکتے ہیں کہ جہاں لڑکے والوں کی طرف سے ایک ایسی امیر، خوب صورت جواں سال لڑکی کا مطالبہ کیا جاتا ہے کہ جو نا صرف خود اچھا کماتی کھاتی ہو بلکہ لڑکے کو بھی کوئی نمایاں کاروبار کرا کے دے سکتی ہو۔ اور کبھی کبھی تو یہ بھی لکھا ہوتا ہے کہ چاہے لڑکی طلاق یافتہ ہی کیوں نہ ہو بس مال دار ہو۔ یعنی کنوارے لڑکے کے لئے طلاق یافتہ لڑکی پر بھی کوئی اعتراض نہیں وہاں لڑکی والے خوشی سے اپنی رضامندی ظاہر کر دیتے ہیں اور اس بات سے فی الحال بے خبر ہوتے ہیں کہ یہ سب صرف اور صرف لالچ پر مبنی ہے اور یہ بھی کہ وہ اپنے فرض سے سبکدوش تو ہو رہے ہیں مگر اس کے بعد مطالبات کا ایک نیا سلسلہ شروع ہونے والا ہے۔ ان لالچی لوگوں کو تو مال سے لینا دینا ہے اور اب ان کی بیٹی کو اب وہ وقتاً فوقتاً اپنے ہی گھر میں بھکاری بنا کر اپنی روز بروز بڑھتی ہوئی بے جا ضروریات کے لئے بھیگ مانگنے پر مجبور کیا کریں گے۔ لڑکی کی آنکھیں اور چہرہ تو پہلے ہی آنسوؤں سے نم ہوتے ہیں اور انکار کی صورت میں دل پر تیر چلاتے تیز زخمی کر دینے والے نوکیلے الفاظ۔۔۔

یہ سب عام سی باتیں بالکل بھی نہیں اور نہ ہی ایسی کہ ان کو نظر انداز کر دیا جائے۔
جس پر بیتتی ہے اصل تکلیف کا احساس تو اس کے دل میں پوشیدہ ہے

اور کئی تو اپنے دلوں میں ہی اس زمانے کی بے حسی دبائے اس مطالبات سے بھری کائنات سے ہمیشہ کے لئے خاموش دنیا میں رخصت ہو گئیں، اس معاشرے کے کچھ ظالم سسرالیوں کے ہاتھوں منوں مٹی تلے دفن کر دیں گئیں اور سنگ دلی تو یہ کہ انصاف کے لئے ان کے درد و غم سے نڈھال رشتہ دار دن رات تھانوں کے چکر لگاتے، دھکے کھاتے، مختلف بہانے سنتے اور کسی حق و سچ کا ساتھ دینے والے پولیس افسر کی تلاش میں مایوس ہو کر واپس کس طرح ٹوٹے دلوں کے ساتھ اپنے گھروں کی جانب تکلیف دہ سفر طے کرتے ہیں، آسمان کی طرف دیکھتے ہیں، التجائیں کرتے ہیں اور آخر میں ڈھیر ساری بد دعائیں دے کر اپنا غم و غصہ دور کرنے کی خود کو جھوٹی تسلی دینے کی ناکام کوشش کرتے ہیں۔۔۔

ہمیں آج مختلف دارلامانوں میں ایسی بے شمار لڑکیاں دیکھنے کو ملیں گی کہ جو معاشرے کی اس ستم ظریف جہیز کے تقاضے کو پورا نہ کر سکنے پر چھلنی ہوئیں پڑی ہیں۔ اس سلسلے میں تو صرف اب ہماری حکومت ہی کو کوئی انتہائی سخت اقدام کرنا چاہیئے کہ جہیز میں صرف ضرورت کی چند چیزیں ہوں جن کا بندوبست کرنا لڑکی والوں کے لئے زیادہ مشکل نہ ہو اور نہ ہی انھیں کسی کا مقروض ہونا پڑے۔ اس پر ہماری گورنمنٹ سختی سے عملدرآمد بھی کرائے اور ہماری عدالتوں میں بھی اس کے متعلق کوئی ایسا قانون پاس ہو کہ جس کی خلاف ورزی پر ایسے بے حس لوگوں کو جرمانہ کیا جائے اور سزا دی جائے تاکہ دوسرے بھی اس سے سبق

سیکھیں۔ صاحب حیثیت لوگوں کو آگے آنا چاہیئے نہ کہ بس ساری عمر اپنی تجوریوں کو منہ تک بھرے رکھنے کی لگن میں مگن رہنا چاہیے۔ ان کے اس فیصلے سے سینکڑوں لڑکیاں گونگی، جلائے جانے، جسمانی تشدد اور معذور ہونے سے بچ سکتی ہیں۔

مگر یہ بھی تب ممکن ہو ناں کہ جب ہماری حکومت ایوانوں میں انتہائی ٹھنڈا ماحول ہونے کے باوجود آپس میں چھوٹے سے ایشو پر کسی تپتے سورج کی طرح گرم ہو کر گھتم گتھا ہو جانے اور گالم گلوچ سے فارغ ہو کر ہم جہالت، مہنگائی، غربت، بے روزگاری کے دکھوں سے چور اور پریشان حال چہروں کے تاثرات کو دل سے محسوس کر کے !!!

## چھوٹے لوگ تو مر رہے ہیں

ہاں یہ درست ہے بالکل درست ہے کہ ہم لوگ اپنی پیاری ہستیوں سے اظہار محبت کرنے کیلیئے ان کے دن انتہائی عقیدت و احترام سے مناتے ہیں۔ یوم ولادت ہو یا شہادت کا دن، اس حساب سے تیاریاں کرتے ہیں، اہتمام کرتے ہیں، ریلیاں اور جلوس نکالتے ہیں اور جب اسے میڈیا کوریج ملتی ہے تو اس سے دوسرے ملکوں اور قوموں کو بھی یہ تاثر ملتا ہے کہ ہم اپنے عظیم اور سچے دین اسلام کے لئے بے دریغ قربانیاں دینے والوں سے کتنی عقیدت رکھتے ہیں۔

مگر۔۔۔ مگر یہ کیا ایک تو دلخراش، لرزا دینے والی دھماکے کی آواز اور پھر اس کے بعد ۔۔۔ اتنی تباہی کے باوجود ہم یہ کیا کر رہے ہیں ہاں ! ! !

اپنی ہی ملک کو تباہ کرنے چل نکلے، توڑ پھوڑ، اپنے ہی ملکی اثاثوں کو نقصان، فائرنگ، جلاؤ گھیراؤ، خون کی ہولی، جنگل کا قانون۔۔۔

دیکھتے ہی دیکھتے پر امن کارواں کیسے جنگلیوں کا بازار بن گیا۔ کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ یہ سب کیا ہو رہا ہے۔ کسی کی سزا کسی دوسرے کو دی جا رہی

تھی، کرے کوئی اور بھرے کوئی اور والا حساب۔۔۔۔

ہمارے ہاں ایسے مواقع پر بڑے عالم، سیاستدان ٹی وی پر آ جاتے ہیں، افسوس کرنے لگتے ہیں۔ سب کے وہی گھسے پٹے الفاظ کہ یہ لوگ قطعی مسلمان نہیں ہو سکتے، یہ انسانیت کے دشمن ہیں، یہ مسلمان کیا انسان کہلانے کے بھی لائق نہیں، وغیرہ غیرہ۔۔۔یہی پرانی باتیں دھرا دھرا کے عوام کے دکھ کو کم کرنے اور غصے کو ٹھنڈا کرنے کی ناکام کوشش کرتے ہیں۔ اوپر سے بیٹھے بیٹھے ہی اعلان کر دیتے ہیں کہ ہم تو اب تین روزہ سوگ منائیں گے اور ان لوگوں کو دکھائیں گے کہ ہم ان سے بالکل خوفزدہ نہیں اور ان کو ان کے ارادوں میں کامیاب نہیں ہونے دیں گے۔۔۔۔۔

بس جی پھر کیا خود تو ایک فارمیلیٹی پوری کرکے پتا نہیں کہاں نظروں سے اوجھل ہو جاتے ہیں اور ہماری جذباتی قوم، 'اف کون سمجھائے انہیں۔۔ نکل پڑتے ہیں اگلے ہی دن ہڑتالوں پر، جلاتے ہیں سڑکوں ٹائر، پریشان اور تنگ کرتے ہیں دفتروں اور سکول، کالج جانے والوں کو اور کامیاب ہو جاتے ہیں پھر وہی درندہ صفت لوگ کہ جن کے لئے ہماری حکومت کہتی ہے کہ یہ مٹھی بھر ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے، مگر پھر کیوں اور کہاں سے جلوسوں، ریلیوں پر فائرنگ شروع ہو جاتی ہے۔ خون بہا کا کھیل، ایک بار پھر سے نیوز چینلوں پر وہی ذہنی سکون

برباد کر دینے والے مناظر، زخمی، ایمبولینسز کا شور، لوگوں کی آہیں، آنسو، درد، غم
!۔۔۔۔اور وہ مٹھی بھر کافر کامیاب
میڈیا کو اکٹھا کیا جاتا ہے اور اعلان کیا جاتا ہے کہ ہم مکمل تحقیقات کر لیں گے ان کو بالکل معاف نہیں کیا جائیگا۔ مرنے والوں کے لئے اتنے اور زخمیوں کے لئے فلاں فلاں روپے امداد کا اعلان (چاہے وہ ملے یا نہ ملے )۔۔اور پھر کسی جن بھوت کی طرح
!!!غائب
کتنا پیار اور عقیدت ہے ناں ان پارٹی کارکنوں کو اپنے سیاسی پارٹیوں کے سربراہان سے۔ ان کے ایک اشارے پر پاگلوں کی طرح جان قربان کرنے پر تیار ہو جاتے ہیں۔ جبکہ ان کو اور باقی قوم کو کیا دیا انھوں نے، مہینے میں بڑھتی ہوئی مہنگائی، دنوں میں بڑھتی ہوئی مہنگائی اور اب تو اتنی مہربانی کہ گھنٹوں میں بڑھتی ہوئی مہنگائی۔۔ ہے ناں !زبردست آفر اور تو اور یہ محدود مدت کے لئے تو بالکل بھی نہیں
باقی وہی مسائل کہ جن کا ذکر ہم 63 سالوں سے کرتے آ رہے ہیں۔ اس لئے میں دوبارہ ان کا تذکرہ کرکے مزید دل نہیں جلانا چاہتی۔ ہاں تو بات ہو رہی تھی ان وفادار کارکنوں کی! نہ کچھ سمجھتے ہیں نہ سنتے ہیں، بس جی اگر کوئی ان

کے سر براہ کو برا کہہ دے (سچی بات زبان سے پھسل جائے) تو خون خرابا شروع یہ مار کٹائی وہ فائرنگ، نہ آؤ دیکھا نہ تاؤ اور ہو گئے گھتم گھتا۔ بنتا بھی ہے ہو نا نہ بھائی کیوں کہاں تھا تم نے انکے دیانتدار، محنتی، ہمدرد، ایماندار، سچا کھرا اور فرشتہ صفت پارٹی سر براہ کو برا۔۔۔بے وقوفوں کی طرح ان کے لئے ڈنڈے کھاتے جاتے ہیں، لہو بہاتے ہیں اور وہ۔۔۔وہ کیا دیتے ہیں ان کو قیمتوں میں اضافے، گرمی کی جلن، محرومیوں کے تحفے !!!

مجھے سمجھ نہیں آتا کہ بڑے لوگ تو باتیں کرکے اور صرف باتیں کرکے ہی یک دم نظروں سے اوجھل ہو جاتے ہیں۔ مگر یہ چھوٹے لوگ کیوں عقل کھو بیٹھتے ہیں ان کے زبان سے نکلے ہر لفظ پر یقین کرتے ہیں اور ان کے حق میں چیخ چیخ کر اپنا گلا تک بٹھا لیتے ہیں!

ووٹ حاصل کرنے کے لئے مختلف لوگوں سے سوچ وچار کے بعد اچھے اچھے اور دل و دماغ کو متاثر کرنے والے نعرے بناتے ہیں اور جب یہ غریب اور دکھی عوام پر اثر کر جاتے ہیں ان کو اپنا دیوانہ بنا دیتے ہیں تو پھر اونچے تختوں پر جا بیٹھنے کے بعد سب کچھ نظر انداز کر بیٹھتے ہیں اور مصروف ہو جاتے ہیں ملکی اور غیر ملکی اثاثوں سے اپنی تجوریاں بھرنے۔

زمینی و آسمانی آفتوں کا رونا رو رہا ہے۔ روز کے اخبارات انہیں خبروں سے بھرے پڑے ہوتے ہیں۔ اب تو ملک میں ایسا خونی دور ہے کہ آئے دن انتہائی دلخراش واقعات ایک بہادر اور سخت دل رکھنے والے کو بھی ہلا کر رکھ دیتے ہیں۔ ٹیلی ویژن پر انسانیت سوز ویڈیوز دیکھ کر آنکھیں خود بہ خود نم ہو جاتیں ہیں، بیوی کا جن نکالنے کے لئے ایک معصوم پرائی غریب بچی پر ناقابل.برداشت تشدد کیا جاتا ہے تو دل دکھی ہو جاتا ہے، غم و غصہ کو جذبات ابھرتے ہیں اور دماغ میں یہ سوال سر اٹھاتا ہے کہ آخر ہم یہ کس طرف جا رہے ہیں؟ کیا قیامت آنے والی ہے؟ ہاں یہ ضرور واضح نظر آرہا ہے کہ "کہ چھوٹے لوگ تو مر رہے ہیں، صرف چھوٹے لوگ ہی تو مر رہے

ہیں۔۔۔۔۔۔افسوس!!!

# ذہنی وسعت کی ضرورت

اسلام علیکم !

آج میں ایک بہت ہی توجہ طلب موضوع پر تحریر لکھ رہی ہوں۔اس سے پہلے ایک سوال کہ کیا ہم لوگ خود کو زیادہ ہی ماڈرانائز شو نہیں کر رہے؟ ہمارے ڈراموں میں ہمارے خوبصورت کلچر کی عکاسی کہیں دھندلا تو نہیں گئی؟؟

انڈیاکے ڈراموں میں ان کے معاشرے اور کلچر کی عکاسی ہم لوگوں کے لئے بہت دیدنی ہوتی ہے۔ وہ لوگ کس قدر مضبوطی اور لگاؤ سے اپنی روایات کے ساتھ چپٹے ہوئے ہیں۔اپنے سینوں میں بھرپور ادب لئے اپنے کلچر کو لوگوں کے سامنے پیش کرتے ہیں۔

ان کا ہر ہر بول ، ایک ایک چیز پر گہری نظر ایک عجیب سی کیفیت پیدا کرتی ہے کہ جس پر دوسری قومیت رکھنے والا انسان اپنے گریبان میں بھی جھانکنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔

پاکستانی ڈراموں کی طرف آئیں تو ہمیں انکا مشاہدہ کرنے کے بعد یہ گماں ہونے لگتا ہے کہ یہ ڈرامے کسی اور ملک کے ہیں ۔ ہمارا کلچر ، مذہب ،ادب ، فکری

موضوعات ، رہن سہن یہ سب اہم باتیں کہاں گم ہو گئیں ؟

ہم اب اپنے ڈراموں میں لڑکا لڑکی کے پیار ، ملاپ کی ہی باتوں تک پیش کر رہے ہیں۔

ایسے لباس جو عام لوگ عام زندگی میں نہیں پہن رہے ہوتے وہ ملبوسات زیب تن کئے دکھائے جاتے ہیں۔

خدارا ان موضوعات کے گول دائرے سے باہر نکلیں۔۔لکھنے والے اپنی سوچ میں وسعت لائیں۔ ہماری نوجوان نسل کو تباہ مت کریں۔ بلکہ ان کو اس ملک کی باگ دوڑ سنبھالنے کے قابل بنائیں۔ ان کے دماغ کو اس گول دائرے سے باہر نکال کر اس میں فکری وسعت پیدا کریں۔ جو ملک کی اور ان کی اپنی بہتری کے لئے ہو۔

ہماری مذہبی عبادات اور الفاظ کی ادائیگی کو بھی ہر حال میں ذہن میں رکھا جائے تا کہ ہمارا کلچر پھلے پھولے اور بیرون ملک تک اس کی خوشبو اور آب و تاب محسوس کی جا سکے۔۔

## میں تو صرف پاکستان کے ساتھ ہوں!

پاکستان!
اس لفظ کو دیکھنے پر مجھے اسکی چہرے پر تازگی اور خوشی صاف دکھائی دیتی ہے۔۔ لیکن اسکو ہمیشہ کئی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا پھر بھی یہ شان سے کھڑا ہے اور اللہ اسے ہمیشہ سلامت رکھے آمین۔۔۔

آج کل کے حالات پر سب اپنے اپنے بحث و مباحثہ میں مصروف ہیں۔ہر کوئی جیسے اپنی مرضی دوسرے پر مسلط کرنا چاہتا ہے۔ حتی کہ ایک ہی خاندان کے لوگ جب ٹی وی دیکھ رہے ہوتے ہیں تو ان کے آپس میں اختلافات ہونے لگتے ہیں۔ یہ صورتحال پریشان کن ہے۔

جس سیاستدان کو دیکھو اپنے ہی موقف میں لگا ہے۔مگر کہنے کو یہ سب لوگ عوام کے محافظ ہیں۔ہر کوئی عوام کے لئے ہی یہ سب کر رہا ہے۔او بھائی! کوئی ہمارا حال بھی تو پوچھے کہ ہماری مشکلات میں اظافہ کے علاوہ بھی تو کچھ کرو۔۔

اس سارے مسئلے میں مجھے صرف ایک ہی شخصیت بہت متوازن لگی اور وہ ہیں سراج

الحق صاحب۔۔ معاملے کو شروع ہی سے سنبھالنے میں ان کے مثبت کردار سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ وہ جس امن پسند طبیعت اور نیت کا مظاہرہ کرتے آئے ہیں وہ ہم سب کے خیال میں قابل تعریف ہے۔

میڈیا کی جہاں تک بات ہے تو وہ بیشک لمحہ بہ لمحہ کی خبر عوام تک پہنچاتا رہا ہے۔ مگر میڈیا کو بھی ہر بات کو حد سے زیادہ دباؤ دکر لوگوں کو مشتعل کرنے سے گریز کرنا چاہیئے۔۔

اس معاملے کا جو بھی نتیجہ نکلے اس میں عوام کے لئے بہتری کا پہلو شاہد ہی ڈھونڈنے سے نکلے۔۔ ہر سیاستدان عوام کو ہر سہولت دینے کے لئے بے چین ہے۔۔ تو ہمارا آپ سے یہ سوال ہے کہ کیا آپ میں سے کوئی اقتدار میں آنے کے فورا بعد سب کچھ ٹھیک کر دے گا؟؟؟ ہر کوئی بعد میں بدل جاتا ہے۔۔ پہلے اور اقتدار میں آنے کے بعد کے خطاب میں بہت فرق ہوتا ہے۔۔ میں نے تو کم از کم یہی دیکھا ہے۔۔

آپ سب سے گزارش ہے کہ آپس میں غصے، اشتعال، لڑائی، گالی گلوچ اور لوٹ مار سے گریز کریں۔۔ اس سب سے جو بے چینی پھیل رہی ہے وہ ٹی وی پر سب کے سامنے ہے اور افسوسناک بھی ہے۔۔

خدارانہ خود اتنے جذباتی ہوں اور نہ عوام اور ملک کے حالات سنگین کریں۔۔

!!! میں تو صرف پاکستان کے ساتھ ہوں ۔۔ صرف پاکستان کے ساتھ

# نوجوان نسل کا بد اخلاق رویہ

امی کیا مسئلہ ہے! ہر کام میں ہی کیوں کروں بھائی جان سے کہیں۔۔

میں نہیں جا رہا کوئی سودا لینے۔مجھے ابھی ٹی وی دیکھنا ہے۔۔

ابو بھی ناں۔۔مجھے زیادہ پتا ہے کہ کیا کرنا ہے۔۔

اآپ لوگ ہر وقت نصیحتیں ہی کرتے رہتے ہیں۔۔

میں مصروف ہوں اآپ جائیں ابھی۔۔

یہ وہ بد تمیز جملے ہیں کہ جو اآج کل ہر گھر میں نوجوان کے منہ سے سنائی دینے لگے ہیں۔ہر بچہ ہی اپنی دنیا میں مگن ہے۔وہ اس کے حصار سے باہر نکل کر کسی کی بات سننا ہی نہیں چاہتا۔چاہے وہ اسکی ماں، بہن ہو یا باپ یا بڑا بھائی۔سب کو مکمل اآزادی چاہیئے کہ وہ اپنی مرضی سے ہر کام کرے، جاگے سوئے، جب چاہے کھائے۔کسی کی روک ٹوک کا تو سوال ہی نہ ہو بس۔وہ اپنے تلخ رویوں سے اپنے ارد گرد کے لوگوں کو کتنی ٹھیس پہنچاتے ہیں ان کو یہ سب سوچنے کا بھی ہوش نہیں۔اپنی ماں کا دل دکھانا تو جیسے روٹین کی بات بن گئی ہے۔باہر کے کسی کام کے لئے ماں کو اپنے بیٹوں کی منت کرنا پڑتی ہے۔یہ سب بہت تکلیف دہ اور توجہ طلب ہے!!!

ان بد مزاج رویوں کے پیچھے سب سے پہلے تو میڈیا قصور وار ہے۔ہر دوسرے ڈرامے میں محبت ، عشق،ملنا جلنااور بے تکلفی دکھائی جاتی ہے، جسکی وجہ سے لوگوں کے ذہن میں منفی رجحانات تیزی سے پرورش پا رہے ہیں ۔وہی الفاظ گھر والوں کے سامنے.بڑے حق کے ساتھ استعمال کئے جاتے ہیں۔ایک بچے کی عمر اتنی ہو یا نہ ہو.اسکے منہ سے نکلے ہوئے الفاظ دوسروں کو حیرت میں ڈال دیتے ہیں۔باہر سڑکوں پر نوجوان لڑکوں کے علاوہ کم عمر بچے بھی لڑکیوں پر آوازیں کستے نظر آتے ہیں۔

موبائل فون بھی اس یلغار میں کسی سے کم نہیں۔اتنے پیکیجز،فری کالز،انٹرنیٹ۔اس بے تحاشا کی سستی سروسز نے لوگوں کے لئے دن رات ایک کر دیا ہے ۔ سارا دن ساری رات بس موبائل ہو ہاتھ میں اور کوئی کام نہ ہو دنیا میں۔ ہر وقت موبائل کی گھنٹی ، میسیجز کی ٹک ٹک۔ہاتھ کسی کام میں اتنی جلدی نہیں چلتے کہ جتنا میسج ٹائپ کرنے میں۔اور اگر اس دوران کسی کی آواز آ جائے اور کوئی گھر کا کام کرنا پڑجائے تو مزاج گرم!

آج کل کا ٹرینڈ بن گیا ہے کہ رات کو دیر تک باہر گھوم کر گھر جانا۔اس کلچر نے مستقل مزاج ،وقت کے پابند اچھے گھرانوں کے لڑکوں پر بھی منفی اثر ڈالا ہے۔اگر ان کو روکا جائے تو انکی بھی زبان چلنے لگتی ہے۔وہ اپنے دوستوں کے

سامنے شرمندگی سے بچنے کے لئے گھر کے بزرگوں کو ناراض کرنے میں کوئی عار نہیں سمجھتے۔

ان رویوں کے بدلنے کی ضرورت ہے۔میڈیا کو سنجیدگی کی ضرورت ہے۔ موبائل فون کے پیکیجز کو کنٹرول کی ضرورت ہے۔

!مگر ان سب کے ساتھ ساتھ نوجوان نسل کو ہوش کرنے کی ضرورت ہے۔۔۔

# آپ کی صحت

''بے شک تندرستی ہزار نعمت ہے'' ۔

یہ جملہ اس وقت آپ کے ذہن سے ٹکراتا ہے کہ جب آپ بستر پر لاچار پڑے دوسروں کو نارمل چلتا پھرتا دیکھتے ہیں یا پھر جب آپ بیماری کے بعد نارمل زندگی کا بھرپور طریقے سے استقبال کرتے ہیں ۔ایک صحت مند فرد ہی صحت مند معاشرے کی علامت ہے۔ تندرست انسان ناممکن کو بھی ممکن کر دکھانے کی
بھرپور صلاحیت رکھتا ہے۔وہ اپنے مضبوط مدافعتی نظام کے ساتھ بیماریوں کے سامنے جراثیم کش شیلڈ بن کر کھڑا ہو جاتا ہے اور ان کو اپنے اوپر حاوی نہیں ہونے دیتا۔یوں وہ اپنے آپ کواچھی صحت کے معنی سے روشناس رکھتا ہے۔

آج کل کے مصروف ترین دور میں جہاں انسان ترقی کی منازل طے کرتا جا رہاہے۔دنیا کو اپنی مٹھی میں سمیٹنے کی طاقت لئے ہوئے ہے۔انسانی ذہن کو چونکا دینے والی مہمات ،اس کے لئے عام سا کھیل بن گیا ہے۔ چاند پر قدم رکھنے کا خواب اب زندہ تعبیر ہے۔وہیں آج کا انسان کسی نہ کسی بیماری کا گھر بھی ہے۔ جتنی ایجادات اور سائنسی تجربات کامیابی سے جاری ہیں اتنی ہی نت نئی بیماریاں بھی سر اٹھا رہی ہیں۔ہر دوسرا یا تیسرا شخص ڈپریشن، شوگر، دل کے

امراض ،درد شقیقہ اور ہائی بلڈ پریشر کا مریض ہے۔پہلے تو یہ امراض ایک خاص عمر کے بعد نمودار ہوتے تھے مگر اب تو یہ عمر سے پہلے بھی لاحق ہونے لگے ہیں۔

ان سب کی وجوہات کیا ہیں؟؟؟آج کے دور میں بچوں کی غذائی ضروریات میں وہ چیزیں زیادہ شامل کر دی گئی ہیں کہ جو وہ آسانی سے کھالے۔جو اسکی مرضی کی ہوں۔بس کسی طرح بچے کا پیٹ بھر جائے۔

اس ناقص روٹین میں پختگی آتی جاتی ہے اور بچہ ان کا عادی ہو جاتا ہے۔اگر بچے کو شروع ہی سے دودھ کے ساتھ ساتھ پھل دیے جائیں اور ان کو مختلف ذائقوں سے روشناس کروایا جائے تو آگے چل کر وہ ماؤں کے لئے پریشانی کا سبب نہیں بنتے۔کئی طریقے ہر روز ٹی وی پر بتائے سکھائے جاتے ہیں کہ جن سے آپ کو اپنے بچوں کے لئے کھانے پینے کی اشیاء بنانے میں خاصی مدد مل جاتی ہے۔ان سب کو مد نظر رکھ کر اپنے بچے کو ایک توانا انسان بنایا جا سکتا ہے۔

سبزی!!!!!اس کا تو نام سن کر میلوں دور بھاگتے بچے کسی نہ کسی جسمانی کمزوری کا شکار ہو جاتے ہیں۔

بچپن ہی سے اگر تھوڑی بہت زبردستی کر لی جائے اور بچوں کے معدوں کو ان رنگین اور پروٹین سے بھرپور سبزیوں کے ذائقے چکھا دیئے جائیں تو مستقبل میں یہ ننھا پودا بن جائے گا ایک تناور قدو قامت والا درخت۔ہڈیوں کا مسئلہ،جوڑوں

کا درد، معدے کے مسائل۔۔ان سب کو دور بھگانے کا نسخہ یہی تو ہے۔

آج کل کی نوجوان نسل سبزیوں اور دالوں کے نام سے چڑ کھاتی ہے۔جونہی ان میں سے کسی کا نام سنا تو فوراً سے گھر کی دہلیز پار کی اور پہنچ گئے فاسٹ فوڈ کے چٹخارے اڑانے۔یہ کچھ دیر کا مزیدار کھانا آہستہ آہستہ معدوں کو کمزور کرتا ہے اور پھر آپ رخ کرتے ہیں اپنے معالج کا، کہ بس ایسی دوائی مل جائے جو چٹکی بجاتے آرام پہنچائے۔یہ جانتے بوجتے بھی کہ یہ غذائیں کتنی غذائیت یافتہ ہیں پھر ان سے جان چھڑانا کہاں کی عقلمندی ہے۔سبزیوں کو اپنی زندگی کا حصہ بنایئے۔ان کو اپنے معدوں میں جگہ دیجئے ۔اپنے ساتھ دشمنی نہیں کیجئے اور اپنے معدے پر رحم کیجئے !

ہمارے دین میں بھی بیماریوں کا علاج موجود ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

،اللہ نے دو چیزوں کے علاوہ ہر چیز کے علاج کا سامان آسمان سے اتارا ہے''

ایک موت اور دوسرا بڑھاپا''۔

ان سب چیزوں کے استعمال میں لا کر ایسی ایسی جڑی بوٹیاں بنائی جاتی ہیں کہ جو بہت حد تک مریض کو مرض سے شفا دیتی ہیں۔

قرآن کے الفاظ میں کیا خوب حکمت ہے۔اچھی اور مکمل زندگی گزارنے کے لئے ان میں آپ کے لئے واضح علاج ہے۔ان کو پڑھیئے اور دلی ،دماغی سکون حاصل کیجئے۔

کچھ اذکاراور علاج آپ کی نظر ہیں :

☆آدھے سر کا درد/دردِ شقیقہ

ذکر: ۱۰۰ مرتبہ یا سلام،یا مومن،یا اللہ

مرتبہ یا رحمٰن،یا رحیم،یا کریم ۱۰۰

مرتبہ لا حول ولا قوۃ الا باللہ ۱۰۰

۴۰ مرتبہ لا الہ الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین

تلی ہوئی چیزوں سے پرہیز کریں۔

☆نزلہ وزکام

ذکر: ۱۰۰ مرتبہ یا سلام،یا مومن،یا اللہ

مرتبہ یا رحمٰن،یا رحیم،یا کریم ۱۰۰

مرتبہ لا حول ولا قوۃ الا باللہ ۱۰۰

۴۰ مرتبہ لا الہ الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین

امرود کھائیں۔

بھنے ہوئے چنے کھائیں۔

سفیدے کے پتے سونگھیں۔

نیم گرم پانی میں تھوڑا سا نمک ملا کر دن میں تین بار وضوی طرح ناک میں پانی چڑھائیں۔

☆دل کے دورے کے دوران/بعد علاج

یا وہاب کثرت سے پڑھیں۔ مریض خود نہ پڑھ سکے تو گھر والے پڑھ کر دم کریں۔

ایک گلاس نیم گرم پانی میں ایک گلاس شہد ملا کر استعمال کریں۔ اگر ذیابیطس ہے تب بھی یہی علاج ہے۔

☆ڈپریشن یا مایوسی

ذکر: ۱۰۰ مرتبہ یا سلام، یا مومن، یا اللہ

مرتبہ یا رحمٰن، یا رحیم، یا کریم ۱۰۰

مرتبہ لا حول ولا قوۃ الا باللہ ۱۰۰

۴۰ مرتبہ لا الہ الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین

جو کا دلیہ پانی میں پکا کر دودھ اور شہد ملا کر صبح ناشتے میں لیں۔

اگر مستقبل کا خوف ہے تو ۱۰۰ بار یا ذوالجلال والا کرام پڑھیں۔

(اگر نیند کا مسئلہ ہے تو روغن کدو ایک چائے کا چمچ پئیں ( دن میں ایک مرتبہ

اگر ماضی سے پریشانی ہے تو ۱۰۰ مرتبہ لا حول ولا قوۃ الا باللہ اور سو بار ان ربی علی کل شی حفیظ پڑھیں۔

☆ چہرے پر کیل مہاسے ، چھائیاں

لا حول ولا قوۃ الا باللہ جتنا ہو سکے پڑھیں۔

ذہن کو پر سکون رکھیں۔

چکنی جلد والے چکنائی والے صابن استعمال نہ کریں۔

بھنے چنے اور مونگ پھلی استعمال کریں۔

خشک جلد والے اگر جلد پھٹ جائے تو زیتون کا تیل استعمال کریں۔

امرود، انار، کیلا اور انگور کھائیں۔

دالیں استعمال کریں۔

☆دمہ

ذکر: ۱۰۰ مرتبہ یا سلام، یا مومن، یا اللہ

مرتبہ یا رحمٰن، یا رحیم، یا کریم ۱۰۰

مرتبہ لا حول ولا قوۃ الا باللہ ۱۰۰

۴۰ مرتبہ لا الہ الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین

ایک کھانے کا چمچ شہد نیم گرم پانی میں ملا کر صبح نہار منہ اور شام میں لیں۔

ایک چائے کا چمچ زیتون کا تیل دن میں دو بار صبح شام لیں۔

چاول، دال ماش، بھنڈی اور کینوں سے پرہیز کریں۔

ادرک کا استعمال بڑھائیں۔

ایک چمچ شہد میں تھوڑا سا ادرک ملا کر دن میں ایک دفعہ کھائیں۔

ٹھنڈا پانی نہ پئیں۔

(☆آنکھوں کا بھینگا پن (خصوصا چھوٹے بچوں میں

(ذکر والدہ کرے)

ذکر: ۳۰۰ مرتبہ یا سلام، یا مومن، یا اللہ

مرتبہ یا رحمٰن، یا رحیم، یا کریم ۳۰۰

۴۰ مرتبہ لا الہ الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین

دو کاجو ( سادہ ) دن میں ایک مرتبہ کھلائیں۔

ماتھے پر درمیان میں کچھ لٹکا دیں۔ جیسے جھومر یا ٹیکا یا کچھ بھی ایسی چیز جس کو دیکھنے کے لئے بچہ اوپر دیکھے۔

☆ پیٹ میں کیڑے

چھوٹے بچے کو تین منقہ دیں۔ دن میں ایک مرتبہ پندرہ دن تک۔

بڑے بچے کو پانچ مقہ دیں۔ دن میں ایک بار پندرہ دن تک۔

چھوٹے بچے کو ایک چوتھائی انار دیں سات دن تک۔

بڑے بچے کو آدھا انار روزانہ دیں سات دن تک۔

ایک کتاب سے لئے گئے یہ علاج آپ سب کی نظر، یہ سوچ کر کہ آپ بھی ان سے ) استفادہ حاصل کر سکیں اور لوگوں کا بھلا ہو سکے۔

آپ سب سے گزارش ہے (خاص کر نوجوان نسل سے) کہ اپنی زندگیاں صرف اور صرف موج مستی میں گم ہو کر مت گزاریں۔ایک حد میں رہ کر اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔اچھا کھایئے۔

اپنے آپ کو اللہ کے قریب کریں۔اس کا ذکر کریں۔دلی اور ذہنی سکون حاصل ہو گا۔اندرونی خوشی اور اطمینان ملے گا۔آپ صحت مند رہیں گے۔

صحت مند افراد صحت مند قوم کی علامت ہوتے ہیں''

اور

صحت مند قوم ترقی یافتہ قوم کی ضمانت ہے''۔

## ہر گزرتا لمحہ۔۔ماضی

رات کی گہری خاموشی میں گھڑی کی یہ ٹکٹِ ٹکِٹ کرتی آواز کس قدر شور مچاتی ہے۔ انسان کو بے چین سا کر دیتی ہے۔اسکی ہر ہر آہٹ پر نیند کی پر پھیلائے آغوش جیسے ایک ایک قدم دور ہوتے جاتی ہے۔اس کشمکش میں اس کی حرکت کرتی سوئی کو غصے میں تکنا شروع کرو تو۔۔تو محسوس ہوتا ہے کہ اس کی سوئی تو کتنی معصومیت سے بس چلتی ہی چلے جاتی ہے۔ہر کسی سے بے نیاز،لاپرواہ،اپنی ہی مستی میں مگن۔بس وقت بتاتی ہے۔وقت!!!

اسی کے ساتھ انسان کب یادوں کے جنگل میں چلا جاتا ہے اسے پتا ہی نہیں چلتا۔ماضی کے تمام لمحات اس کی یادداشت کی طرف دوڑ لگاتے ہیں۔ سبھی واقعات میں ملے جلے تاثرات سے انسان کے دل و دماغ پر مختلف جذبات کا سمندر امڈنے لگتا ہے۔کبھی دل کے دریچوں پر خوشی کی سنسناہٹ کرتے سنہرے دن۔۔امتحان کو اچھے نمبروں میں پاس ہونے پر ماں باپ کا پیار،ان کے چہرے کی چمکتی طمانیت۔کام کاج میں ہاتھ بٹانے پر ماں کی ڈھیر ساری میٹھی دعائیں۔سالگرہ کے موقع پر سارا دن گھر کے افراد کا انجان بنے رہنے کے بعد ایک دل لبھاتی سرپرائز پارٹی کا اہتمام۔نوکری ملنے پر ایک عرصے کے بعد ملنے والا ذہنی سکون اور سب

کے چہروں پر پھیلی حسین مسکراہٹوں بھرا روز۔ہاتھ میں ہم سفر کا ہاتھ تھامنے پر زندگی کو مزید خوبصورت بنانے کے بھرپور وعدے۔بہن کو بلاوجہ ستانے اور ماں کی ڈانٹ کھانے کے وہ پیارے پل۔پہلے بچے کی پیدائش پر گھر بھر میں گیت گاتا سماں۔۔۔اور چہرے پر بے ساختہ ہنسی!

وہ وقت!!!کہ جن میں اداسی کے مختصر لمحات کی طوالت کا تکلیف دہ احساس ہونا۔سب دریچوں کے کھلنے کے ساتھ ساتھ ان میں سے بھی یادداشت کا گزر لازما ہوتا ہے۔۔۔باپ کے بیمار پڑنے پر دل میں ڈر پیدا کرتے سو سو وسوسوں کا جنم لینا۔ماں کے لئے کسی پریشانی کا باعث بن کر اس کی نم ہوتی آنکھیں دیکھ کر شرمندگی سے ڈوب جانا۔شرارت میں کسی کی گھر کی گھنٹی بجا کر (خود دیوار کے پیچھے چھپے ہوئے) یک دم کسی بوڑھے کو دروازہ کھولتے دیکھنا اور اپنے کئے پر بہت.برا محسوس کرنا۔اور۔۔اور کسی اپنے کا بہت دور چلے جانا۔۔۔

ایسا وقت بھی زندگی میں آتا ہے کہ اپنے پرائے کا فرق کھلی کتاب کی طرح انسان پر واضح ہو جاتا ہے۔وہ جب انتہائی ضرورت کے وقت ایک ہی سہارا۔۔اپنوں کا۔۔مگر ان کا سنگدلی کے ساتھ منہ پھیر کر پلٹ کر نہ دیکھنا۔خستہ حالی میں اپنوں کی سرد مہری ۔۔مگر پھر اچھے دنوں میں زبردستی کی قربت ظاہر کرنے کے سبق آموز قصے۔۔

آہ!! یہ زندگی بھی کیا کیا جلوے دکھاتی ہے۔وقت کے آنچل میں کتنے ہی موسم سموئے ہوئے انسان پر کبھی شدت کے ساتھ تو کبھی اپنے حسین پر پھیلائے بہت ہی پیار سے ظاہر ہوتی ہے۔زندگی میں آنے والے کچھ حالات کی سختی تو بھلائے نہیں بھولتی۔اور اسی طرح خوشگوار یادوں کے بھنور سے نکلنے کا تو جی ہی نہیں چاہتا۔ان لمحات کی واپسی کا مطالبہ ہمارے منہ سے بے ساختہ نکل جاتا ہے۔کسی کی بھی زندگی کے سب سے پر رونق اور دل کو اپنے جال میں جکڑ لینے والے دن ''بچپن ''کے ہوتے ہیں۔ان دنوں کے سحر میں جب بھی دل و دماغ محو ہوتے ہیں تو بس پھر۔۔۔فضاؤں میں سب کے قہقہے چہروں پر مسکراہٹ اور معصوم سی شرارتوں کی جھلک ہی نظر آتی ہے۔اس دور میں نہ، وقت کا اتا پتا،نہ ہی دنیا داری،نہ کوئی لین دین،نہ ہی کسی قسم کا کوئی جھنجھٹ۔۔ اور وہ سب دن ماضی کی شاندار کہانیاں بن کر ذہن کے کسی کونے میں سمٹ جاتی ہیں ۔پھر جوانی کا

پر جوش وقت آتا ہے اور انسان اس کے دھارے میں خوب مستی سے بہتا چلا جاتا ہے۔اسے بچپن سے نکلنے کی اداسی ستاتی ہے لیکن جوانی کی تیز رفتاری اسے یوں مگن کرتی ہے کہ جیسے وہی سب سے اچھے دن ہوں۔نئے دوست ،نئے ارادے،نیا ولولہ،نئے مقاصد۔سبھی مل کر زندگی میں نئے نئے موڑ سے آشنا کئے جاتے

ہیں۔ہر گزرتا دن شام ہوتے ہی ماضی کی کتاب میں کسی صفحے پر قلم بند ہو جاتا ہے اور نئے دن کے ساتھ نیا ورق۔۔۔

اور پھر یہ سب لمحات بھی ماضی کی دھول میں دھندلا جاتے ہیں۔کمزور جان،کانپتے ہاتھ،پھرتی میں آتی سستی۔۔اف!اس بڑھاپے نے تو کمر توڑ کر رکھ دی ہے۔کہاں وہ جوانی کے رنگ اور کہاں یہ سر اٹھاتا بڑھاپا!! وقت کو ایسے پر لگے کہ اس نے نہ رکنے والی اڑان بھر لی اور پھر نہ رکا،نہ پلٹا۔کتنے ہی لوگوں کو پیچھے چھوڑ آیا۔کچھ تو وقت کے ذہن سے مٹ گئے۔اور کچھ تو جونک کی طرح چمٹ کر رہ گئے۔

وقت۔۔۔اسے تو بس چلنا ہے کبھی نہ تھمنے کے لئے۔ہاں یہ ایک طرح سے ٹھیک تو ہے ناں۔انسان کی زندگی میں آنے والے دکھ کے لمحات میں یہ مرہم ہے۔ایسے گزرتا جاتا ہے کہ جانے والے سے جدائی منٹوں سے گھنٹوں اور یوں ہفتوں سے مہینوں میں بدلتی سالوں تک پہنچ جاتی ہے۔دکھ اور غم کی شدت کا احساس کم ہوتے ہوتے آخر بہت سے دنیاوی کاموں کے پیچھے روپوش ہو جاتا ہے۔مگر۔۔۔خوشی میں تو وقت کا ایک ایک لمحہ سمیٹنے کو جی چاہتا ہے۔کہ بس یہ کسی طرح تھم جائے اور ہم اسے اپنی بانہوں میں سمیٹ لیں۔انسان خود غرض ہونے لگتا ہے۔

بس یہ ریت کی طرح ہی تو ہے۔انسان کی مضبوط مٹھی سے بھی کیسے آسانی سے پھسل

کر چل پڑتا ہے اپنی ڈگر پر۔ تو بس ایک انسان کو چاہیئے کہ وہ اپنی حیات میں آنے والے ہر پل میں خوش رہے اور خوشیاں بانٹے۔ دوسروں کے دکھ درد میں میں شریک ہو کر ان کو زندگی کی طرف لائیں نہ کہ ایک دن جا کر اپنا فرض پورا کر کے بھول جائیں۔

زندگی کو مثبت انداز سے دیکھئے۔ تا کہ آپ کی کوئی پریشانی آپ پر حاوی نہ ہو سکے۔ اپنے لئے آسانیاں پیدا کریں مگر دوسروں کے لئے مشکلات نہیں۔ زندگی تو ہے ہی امانت، تو اپنے پروردگار کے بتائے ہوئے راستوں کو اختیار کر کے اپنے لئے اطمینان سمیٹئے۔ کتنی تو گزر بھی گئی اور باقی وقت کے ساتھ ساتھ چلتی جا رہی ہے بلکہ یوں کہیے کہ دوڑتی جاتی ہے۔ ہر گزرتا لمحہ ماضی میں بدلتا جا رہا ہے تو کیوں نہ اپنے حال میں زندگی کو شکر گزاری، پرہیزگاری اور خوش اخلاقی سے لبریز کر کے ماضی کو تحفہ کیا جائے تا کہ کل جب وہ ماضی کے قصوں میں منعکس ہو تو دل میں کوئی اضطراب نہ جگا سکے۔۔۔۔

اخبارات میں پہلے صفحے پر سب سے اوپر آیات کا ترجمہ شائع کر دیا جاتا ہے۔ ان میں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت و بندگی، دنیا و آخرت کی زندگی اور رہنمائی سے متعلق اہم باتیں ہوتی ہیں ۔ لیکن پھر اگلے ہی دن جب یہ اخبارات ردی کی دکان پر زمین پر جا بجا پڑے ہوتے ہیں تو ان آیات کی بے ادبی ہوتی ہے۔ کوئی بھی اس طرف دھیان نہیں دیتا۔ آیات بمعہ ترجمہ والی کتب ہر کسی کے گھر میں موجود ہوتی ہیں کہ جو معلومات کا ذریعہ بنتی ہیں۔ اس لئے اخبارات میں مشہور و معروف شخصیات کے اقوال چھاپے جا سکتے ہیں اور انگریزی مقالوں کا اردو ترجمہ کر کے شائع کیا جا سکتا ہے۔ اس سے بھی لوگوں کو بہت سی اچھی باتیں سیکھنے اور سمجھنے کا موقع ملے گا اور آیات کی بے ادبی سے بھی بچا جا سکتا ہے۔

ایک بات اور ! ہمارے ہاں لوگ باہر سڑکوں پر چلتے ہوئے اگر کوئی کاغذ یا اخبار گرا ہوا دکھائی دے تو اسے رک کر دیکھنے اور اٹھانے کی زحمت گوارا نہیں کرتے ۔ ہو سکتا ہے کہ اس میں مقدس نام لکھا ہوا ہو۔ حتیٰ کہ اپنے گھروں میں بھی اس طرف توجہ نہیں دی جاتی۔ آپ سب سے گزارش ہے کہ اس کارِ خیر میں خود بھی حصہ لیں اور دوسروں کو بھی تلقین کریں۔ کسی بھی ایسے کاغذ کے ٹکرے

کو اٹھا کر کسی اونچی جگہ رکھ دیں یا کسی کھڑکی وغیرہ میں رکھ دیں۔ اس سے آپ کو ثواب بھی ملے گا اور دوسرے لوگ آپ کو دیکھ کر متاثر ہوں گے اور خود بھی اس نیک کام کی طرف توجہ دیں گے۔

اپنے معاشرے میں چھوٹی چھوٹی باتوں کا خیال رکھ کر مثبت تبدیلیاں لائیں اور بہتری کی طرف قدم بڑھائیں۔

شکریہ

# پازیٹیو ویو آف پاکستان

پاکستان کو درپیش مسائل کا رونا رونا تو ایک عام سی بات ہو گئی ہے۔اگر کسی چیز کے نقائص پر ہی آنکھ اور کان دھرے بیٹھے رہو گے تو وہ آپ کے دماغ میں اپنا گھر کر لے گی ۔آپ اسی میں الجھے رہیں گے۔ خود بھی پریشان رہیں گے اور دوسرے لوگوں کے سامنے دکھڑا رو رو کران کے لب و لہجے میں بھی تلخی پیدا کریں گے۔اس سے بہتر یہ نہیں ہے کہ چیز کے مثبت پہلوؤں کو بھی دھیان میں رکھا جائے ۔ان پر بھی بات کی جائے ۔یوں اک سکون کا احساس پر پھیلاتا اپنی اڑان بھرے گا۔ جس کی ٹھنڈک سے آپ بھی لطف اندوز ہوں گے اور دوسرے بھی مستفید ہوں گے۔ماحول کی ترشی میں شیرینی کا ذائقہ پیدا ہوگا۔ تلخ لہجوں میں عظمت کے گیت اپنی جگہ بناتے سنائی دیں گے۔ مسائل کی اندھیری رات میں کہیں کہیں روشنی کی کرنیں بھی جھلکتی ہیں ۔یہ دیکھنے والے پر منحصر ہے کہ وہ ان پر بھی نظر کرم کرتا ہے یا پھر راستے کی تاریکی کو ہی دیکھ دیکھ کر اپنا حوصلہ پست کرتا جاتا ہے۔ہر دور حکومت میں وہی گنے چنے مسائل میں اضافے نے انسان کی سوچ کو گزر بسر کی فکر تک ہی محدود کر دیا ہے۔اس نے اپنی سوچ کو ان پریشانیوں اور فکروں کے دائرے میں

قید کر لیا ہے۔وہ تصویر کا ایک رخ اپنی نظروں کے سامنے رکھ کر اسے دیکھتا خود پر خوف کے سائے طاری کر رہا ہے۔بے شک ہمارے ملک میں منفی باتوں ، عنوانات اور واقعات نے تاریخ کے کئی اوراق کو دکھ اور افسوس کی سیاہی سے کالا کیا ہے۔

مگر اس کی تصویر کے دوسرے رخ کو مکمل طور پر نظر انداز کر دینا بھی مناسب نہیں ۔

اپنی دھرتی کے مثبت پہلوؤں پر نظر ڈالے ایک عرصہ بیت گیا ہو جیسے۔انسانی ذہن کو دنگ کر دینے والی خوبصورتی، قدرتی حسن اور دولت سے مالا مال یہ زمین، ذہین ننھے دماغ، پیداواری صلاحیت، اور طاقتور افواج پاکستان ،ان سب کا ذکر کئے بغیر اس کی تعریف کیسے مکمل ہو سکتی ہے۔ کسی کو پاکستان کے بارے میں بتانا ہے تو سر اٹھا کر یہ بتاؤ کہ :ٹاپ تھری دھنوں میں ہمارے قومی ترانے کی دھن'' نمبر ون '' ہے۔یہ بات یقینا ہمارے لئے باعث فخر ہے۔پاکستان کے پاس پہلی اسلامی نیوکلیئر پاور ہونے کا اعزاز محفوظ ہے۔اور یہ قطع کوئی عام بات نہیں۔بہادر اور نڈر زمینی، بحری اور بری فوج ہے کہ جس کا

نظم و ضبط، دشمن کے خلاف دلیری کی اعلی مثالیں اور اللہ اکبر کی صدائیں سننے والے کو بے حد متاثر کرتی ہیں۔یہاں اسمارٹ لوگوں کی کمی نہیں۔سب سے چھوٹی

سرٹیفائیڈ مائیکروسافٹ ایکسپرٹ ''عارفہ کریم'' اسی دھرتی ماں کی پیداوار ہے۔جس نے بڑے بڑے ذہین لوگوں کو بے حد حیران کر دیا۔ دنیا میں ساتویں نمبر پر یہ ملک ہے کہ جہاں زیادہ سائنسدان اور انجینئرز پائے جاتے ہیں ۔پاکستان ایئر فورس کا ہوا بازایم ایم عالم بھی اسی وطن کا دلیر جوان تھا کہ جس نے ایک منٹ کے اندر دشمن کے پانچ جہازوں کو مار گرانے کا ریکارڈ قائم کیا۔اسی کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے لاہور میں ایک شاہراہ کو ایم ایم عالم روڈ کا نام دیا گیا۔ پاکستان اگرچہ روس سے تقریباًدس گنا چھوٹا ملک ہے مگر یہاں کا نہری نظام اس سے تین گنا بڑا ہے ۔دنیا کی دوسری بڑی نمک کی کان کھیوڑہ اسی ملک میں پائی جاتی ہے ۔جس کی اندرونی تراش خراش آنکھ کو خیرہ کرتی ہے۔ یہاں انسانی ہاتھ سے اگایا گیا سب سے بڑا جنگل چھانگا مانگا بھی ہے۔جس کا ایک ایک درخت انسانی جذبے کا قدردان ہے۔دنیا کی 50 فیصد فٹ بال پاکستان میں تیار کی جاتی ہیں ۔ مطلب اگر یہاں مختلف اشیاء پر میڈ ان چائنہ، جاپان ،نیویارک پڑھا جاتا ہے تو دوسرے ممالک میں کچھ چیزوں پر میڈ ان پاکستان بھی آویزاں ہوتا ہے۔دنیا میں چھٹے نمبر پر سب سے زیادہ کھجور اگانے والا ملک پاکستان ہے۔دنیا کی سب سے بڑی ایمبولینس نیٹ ورک ایدھی فاؤنڈیشن کی ہے ۔جس کا جال پورے پاکستان میں بچھا ہے۔جس کی خدمات کا اعتراف چند الفاظ میں رقم کرنا قطع ممکن نہیں۔شمالی علاقہ جات کا حسن بھی کوئی کم نہیں۔حیران کن اور انتہائی خوبصورت آنسو جھیل پاکستان کے شمالی علاقوں کی زینت ہے ۔وادی کاغان

کی خوبصورتی سیاحوں کو اپنا گرویدہ کر لیتی ہے۔دنیا میں دوسرے نمبر پر سب سے زیادہ خوبصورت دارالحکومت اسلام آباد ہے۔دنیا کی چودہ اونچی چوٹیوں میں سے چار کا اعزاز پاکستان کو حاصل ہے۔کے ٹو ان میں سے دوسرے نمبر پر ہے۔پاکستان میں دنیا کا سب سے بڑا آبپاشی کا نظام ہے۔صحرائے تھر دنیا کے بڑے صحراؤں میں شمار ہوتا ہے۔دنیا کا سب سے اونچا شندور پولو گراؤنڈ پاکستان میں ہے۔ایشیا کا سب سے اونچا ریلوے اسٹیشن ہمارے وطن میں ہے۔دنیا کا سب سے کم عمر سول جج، محمد الیاس، پاکستان کا باسی ہے۔
دنیا کی بلند ترین پکی انٹر نیشنل روڈ ''شاہراہ قراقرم'' دنیا کا آٹھواں بڑا عجوبہ
ہے۔پاکستان تاریخ میں سب سے قدیم تہذیبوں پر مشتمل دنیا کا چھٹا بڑا ملک
ہے۔پاکستان میں چاروں موسم اپنی تمام تر رعنائیوں کے ساتھ رنگ بکھیرتے نظر آتے ہیں۔۔ان نکات میں سے ہر ایک پر الگ سے بھی تحریر قلمبند کی جا سکتی ہے۔یہ تو صرف ایک جھلک تھی۔

جی ہاں بالکل! یہ آپ کا اپنا پاکستان ہی ہے۔جس کے بارے میں بات کرنا سب بھول چکے ہیں۔تصویر کے ایک رخ کو دیکھتے ہوئے ہر فیصلہ کئے جا رہے ہیں۔ہر بات، ہر خیال اور ہر موضوع بحث میں ان چیزوں کا کہیں کوئی ذکر نہیں۔بس مسائل کی تو تو میں میں۔
اگر کوئی آپ سے آپ کے ملک پاکستان کے بارے میں پوچھے تو یہ صفحات اس کے سامنے کھول کر رکھ دیں۔اپنے وطن کی تعریف کرنے میں کنجوسی

نہ کریں۔اسے وہیں بیٹھے بیٹھے اپنی سوہنی دھرتی کی سیر کروائیں۔اور اگر کوئی غیر ملکی آپ کے وطن عزیز کے بارے میں مضحکہ خیز کلمات کہے،برائی کرے یا طنز کا تیر چلائے تو بے شک آپ کے پاس بھی کئی باتیں ہیں اپنے ملک کا سر فخر سے بلند کرکے پیش کرنے کے لئے۔کسی کی بات سن کر اپنا دل چھوٹا مت کریں۔جواب دینے کے لئے غصے کا دامن مت تھامیں۔تیوری مت چڑھالیں۔بس اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اسے تصویر کا دوسرا رخ بھی اپنے الفاظ کی صورت میں خوب بیان کر دیں۔

ایک اور خاص بات! دنیا کا سب سے بڑا میزبان ملک کون ہے ؟آپ کا اپنا پاکستان۔ایک بار کوئی بھی غیر ملکی یہاں کا دورہ کرلے۔کچھ دن ہماری اس پیار دینے والی دھرتی پر گزار لے۔پاکستانیوں سے ملے۔تو پھر وہ ہمارے وطن کے گن گاتا سنائی دیتا ہے۔پاکستان کی میزبانی دنیا بھر میں مشہور ہے۔ان کے لئے یہ محبت بھرے لہجے،چہروں پر مسکراہٹ،کھلے دل اور نرم گوئی واقع سراہنے کے قابل ہے۔ تبھی تو یہ میزبان دھرتی غیروں کے دلوں میں اپنا گھر کرلیتی ہے۔اور وہ یہ سب خوشگوار یادیں سمیٹے اپنے ملک لوٹتے ہیں۔

سب سے پہلے خود کو بدلنے کی ضرورت ہے۔پھر معاشرے میں تبدیلی لانا ناگزیر ہے۔اپنے شکوے شکایتوں میں اپنے وطن کو برا بھلا مت کہیں۔اللہ کا شکر بجا

لائیں کہ اس نے ہم پر کرم کیا۔ ہمیں اس خوبصورت اور قدرتی دولت سے مالا مال آزاد وطن سے نوازا۔ آج بھی کتنے ہی لوگ اپنے ہی ملک میں دوسرے ممالک کے زیر اثر، پر تشدد اور قید بھری زندگی گزارنے پر مجبور ہیں ۔ ہمیں تو اللہ رب العزت نے ہماری اپنی پاک دھرتی دی ہے ۔ جہاں آزادی سے گھوم پھر سکتے ہیں۔ کھل کر سانس لے سکتے ہیں۔ موسمی بہاروں کا بھرپور لطف اٹھا سکتے ہیں ۔ تنگی اور خوش حالی تو ہر جگہ پائے جاتے ہیں ۔ ان کے وجود سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ تو پھر یہ کہہ کر دل کیوں جلانا کہ پاکستان میں کچھ نہیں رکھا۔ اپنے وطن کے بارے میں جانیے ۔ یہ تعریفی کلمات کا حق دار بھی ہے۔

میڈیا کو بھی اپنے وطن کی سلامتی اور بہتری میں کردار ادا کرنا ہوگا۔ بے شک جمہوریت میں اظہار رائے کی کھلی چھٹی ہوتی ہے۔ اپنے ہی وزرا، پارلیمنٹ اور قوانین کی دھجیاں اڑانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی جاتی۔ مگر ملکی مفاد کو بالائے خاطر رکھ کر بین الاقوامی سطح پر اپنا پازیٹیو امیج دینا ہوگا۔ اپنی صفوں کو متحد رکھنا ہوگا۔ کچھ عقل سے کام لے کر اپنی پالیسیوں میں ردو بدل کرنا ہوگا۔ تاکہ اس دھرتی پر امن کا پرچم لہرایا جا سکے۔ ہماری فوج اپنے پاک عزائم میں سرخرو ہو سکے۔ نہ کہ ہر وقت اپنے ملک کی ہر چھوٹی بڑی بات کو دنیا کے سامنے پیٹ پیٹ کر بیان کرنا۔ ہر نکتے کو کیش کروا کر بزنس میں نفع حاصل کرنے کی دوڑ میں شامل ہوتے جانا۔ خدارا پاکستان کا پازیٹیو ویو بھی

سامنے لائیں۔

## !غور و فکر کیجئے۔۔

زندگی میں بدلتے ہوئے حالات کو وقت پر قبول نہ کرنے والے اپنی سوچوں کو ماضی کی نذر کرکے اپنے لئے خود ہی نقصان کا سامان پیدا کئے رکھتے ہیں۔قدم بڑھائیں ،زندگی جیئیں کہ نیا سفر، نئ منزلیں آپ کے انتظار میں کھڑی ہیں۔۔

گرتی پڑتی، خود کو سنبھالتی ،اپنے آپ کو سہارا دیتی ایک طلاق یافتہ یا بیوہ عورت پر اپنے تیز و تند فقرے کسنے کی بجائے ،اسے کھڑا ہونے میں مدد دیجئے کیونکہ اپنی بیٹی یا بہن کو اس عورت کی جگہ تصور کرنا اور ان کے بارے میں کسی بھی قسم کی ایسی بات سننا آپ کو قطع گوارا نہیں ہوگا۔۔

دلوں میں نفرتوں کی سلگتی چنگاریاں ،شعلوں میں تبدیل ہو کر آپ کے گھربار کو اپنی نظر کرلیں ،اس سے پہلے آپ اپنی آنکھوں پر پڑی غصے کی پٹی کو اتار کر عقل مندی کا دامن تھامتے ہوئے سب کی بہتری میں فیصلہ کر لیجئے۔۔

مذہب سے دوری میں پریشانیاں ،بیماریاں ، تکلیفیں اور آخرت کا عذاب پنہاں ہے۔

اس کی قربت میں دلی سکون ،علاج علالت، مشکلات کا حل اور جنت کی ٹھنڈک ہے۔۔
عیش و عشرت اور دولت کے انبار، دنیا کی کھیتی میں ہی رہ جانے والے ہیں ،تو پھر کیوں نہ اپنے ارد گرد کے ضرورت مندوں میں کچھ خوشیاں تقسیم کرکے بدلے میں اپنے لئے دل سے نکلی دعاؤں کو سمیٹ کر راحت کی نیند حاصل کر لی جائے۔۔
عشق کے بھوت کو سر چڑھانے سے پہلے تعلیم مکمل کرکے عملی میدان میں قدم جمایئے، اس میں ترقی کی کچھ منازل طے کیجئے۔لاپرواہ عمر کی طبیعت میں تھوڑی سنجیدگی تو آنے دیجئے۔آگے ماں باپ آپ کی بہتری میں خوب فیصلہ کرنے والے ہیں۔۔
معاشرے کا امن و سکون اس کے مکینوں کے ہاتھ میں ہے۔آپس کی ناراضگیوں کو طول دینے سے کیا سر درد مول لیتے ہو۔آرام سے مل بیٹھ کر گفت و شنید کرکے دلوں کا میل صاف کرواور آئے روز کے اس بحث و مباحثے کو خیر باد کہہ کر سکھ سے جیو۔۔
جب آپ کے گھرانے میں ایک لڑکی کا بہو کے روپ میں اضافہ ہو تو اس رشتے کو شک اور روز روز کی ناچاقیوں کی نذر مت ہونے دیجئے بلکہ آغاز سے ہی اسے ایک نئی جگہ پر گھر سا ماحول دیجئے اور بہو بھی ساس کی باتوں کو اپنی ماں کی ڈانٹ

ڈپٹ سے زیادہ دل پر مت لے۔گھر کو سنوارنے میں سب ایک دوسرے کا ساتھ دیں۔۔

سب سے قیمتی نعمت ماں باپ ہیں۔تاحیات اولاد کے آرام وآسائش کا خیال رکھنے والی عظیم ہستیاں،

جب کمزور و ناتواں ہوتی ہیں تو ان سے نرمی سے بات کرنا،ہر فیصلہ کرتے ہوئے ان کا مشورہ لینا،ان کو سہارا دینا اور ان کی طرف مسکرا کر دیکھنا آپ کا اولین فرض ہونا چاہئے۔۔

رشوت ستانی اور سود خوری کا بازار ہر طرف گرم دکھائی دینے لگا ہے۔اسلامی معاشرے کو ایسی عادتیں بالکل زیب نہیں دیتی۔اگر کسی کی نصیحت آپ کو اس کام سے نہیں روک پا رہی تو براہ کرم سود خود کے لئے آخرت کے بدترین عذاب کے بارے میں جاننے کے لئے تھوڑا سا وقت نکال لیجئے شاید اس کے بعد عقل آپ کے ضمیر کے دروازے پر دستک دے کر اسے جگا دے۔۔

.بزرگوں کی مدد کرنے سے مت ہچکچایئے۔کیوں بھول جاتے ہو کہ کل کو آپ نے بھی اس سیڑھی پر چڑھنا ہے۔راہ چلتے بوڑھے لوگوں کی مدد کرنا،سڑک پار کروا دینا،بس میں بیٹھنے کے لئے جگہ دے دینا،ان کا سامان اٹھا کر ان کا بوجھ کم کرنا اور گھر تک چھوڑ آنا۔کچھ سوچا! کتنا اجر کما لیا۔۔

اپنے گھر کی صفائی ستھرائی تو بھئی سب کو عزیز ہوتی ہے۔باقی محلے اور ارد گرد کے ماحول کی صفائی سے کیا لینا دینا۔جبکہ اسی لاپرواہی سے بارشوں کا پانی ایسی گندی جگہوں پر جمع ہو کر سب کے لئے مچھر اور مکھیوں کا کیا تحفہ دے جاتا ہے۔تو کیوں نہ بعد کے کڑھنے سے پہلے ہی سب اپنا اپنا فرض ادا کریں۔۔

ہر آتی جاتی لڑکی پر فقرے کسنا اور وحشی انداز میں قہقہے لگانا،ہماری گلیوں محلوں میں جا بجا ہونے لگا ہے۔ایسے لوگوں کے گمان میں بھی نہیں ہوتا کہ کہیں کسی اور جگہ ان کی ماں بہن کو بھی ایسے الفاظ سننے پڑتے ہوں گے۔پتا چل جائے تو اپنے سینے میں غیرت کے انگارے جلنے لگتے ہیں۔توخدارا کسی کے لئے زندگی تنگ مت کیجئے۔کچھ لحاظ و شرم کی الف ب سیکھئے۔۔

دورانِ سفر اپنی سیٹوں کے علاوہ زائد سیٹوں پر قبضہ کرکے بیٹھ جانا کہ اپنا سفر تو آرام دہ گزرے گا۔باقی نہ کسی بیمار کا خیال،نہ بزرگ کا،نہ کسی کی ماں نہ بیٹی کا۔تھوڑی سی جگہ بانٹ لینے سے آپ کے گرد اظہار تشکر کے الفاظ اور احسان مندی کے تاثرات گردش کرنے لگیں گے اور یہ بات کس کو بری لگتی ہے۔۔

مہمان باعث رحمت ہیں۔سنا ہے کہ جب اللہ کسی سے خوش ہوتا ہے تو اس کے گھر مہمان بھیجتا ہے۔لیکن لوگ تو وقت بے وقت آئے مہمانوں کو زحمت تصور کرنے لگے ہیں۔اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے ان سے اچھے سے بات کرو،جو ہو سکے خاطر مدارت کرو اور ان کو مسکرا کر رخصت کرو۔یہ سب ان کے دلوں کو متاثر کرے گا اور دوسروں میں آپ کی خوش اخلاقی کی کئی باتیں ہوں گی۔۔

آج کل کے دور میں ہر کوئی ہوا کے گھوڑے پر سوار ہے۔اپنے کام نمٹانے کی جلدی۔مگر جب کسی کی سانسوں کی ڈور قسمت کی ڈور سے ضرب کھا کر ٹوٹنے کے قریب ہو تو رحم کیجئے۔اس شور مچاتی ایمبولینس کے لئے ہر ممکن راستہ بنایئے اور کسی کے اس پیارے کی زندگی کے لئے دعا کا ایک کلمہ بھی رب کے حضور پیش کر دیجئے۔۔

ساتھ والے گھر میں کون لوگ رہتے ہیں؟نئے آئے ہیں تو کہیں کسی چیز کی ضرورت نہ ہو!کون سوچتا ہے آج کل۔سب اپنی دھن میں مگن ہیں۔ہمسایوں کے حقوق کو مد نظر رکھتے ہوئے مشکل وقت میں مدد کیجئے،اچھے طریقے سے پیش آیئے اور دکھ اور خوشی کے مواقعوں پر ان کا ساتھ دیجئے۔۔

ایک بچے کو لکھنا پڑھنا اور ادب وآداب سکھانے والے،اس کی شخصیت کی نوک پلک

سنوارنے والے ''اساتذہ'' کا مذاق اڑانا، ان کے بارے میں برے الفاظ استعمال کرنا اور جب ان کے برابر قد نکل آئے تو زبان درازی بھی کر گزرنا، یہ عام سی بات ہوتی جا رہی ہے۔ تمیز کے دائرے میں رہ کر ایک اچھے طالب علم کا نام کمائیے۔ مشہور تفریحی مقام ''رانا ریسورٹ'' کے باہر معاشرے کے ان معماروں کے لئے مفت انٹری کا بورڈ آویزاں ہے جو کہ بہت پر اثر اور قابل تعریف اقدام ہے۔ آپ کچھ تو نصیحت پکڑیئے۔۔

حیی علی الصلوہ ''پر کان دھرنے کی بجائے اپنے کاموں میں گم ہیں کہ کاروبار میں ذرا'' بھر بھی خسارہ نہ ہو جائے۔ جبکہ اس میں یہ بھی واضح ہے کہ ''حیی علی الفلاح'' یعنی آؤ کامیابی کی طرف۔ تو پھر ڈر کیسا! اذان کا جواب دیجئے اور مسجد کا رخ کیجئے بے شک قیامت کے دن سب سے پہلے اسی کے بارے میں پوچھ گچھ ہو گی۔۔

انسان کی پریشانی کا سبب کیا ہے ؟ انسان اس وقت پریشان ہوتا ہے جب وہ وقت سے پہلے اور اپنی قسمت سے زیادہ مانگ رہا ہوتا ہے۔ اوپر والا سب دیکھ اور سن رہا ہے۔ اس پر آپ کا پختہ یقین ہی دلی سکون و اطمینان کا باعث ہے۔۔

زندگی کی حقیقت یہ ہے کہ انسان پل بھر میں حال سے ماضی بن جاتا ہے۔ اس بات

کو اپنے پلو سے باندھ کر ان جھمیلوں کے علاوہ بھلائی کے کاموں میں بھی اپنا حصہ ڈال
کر اپنی دنیا و آخرت سنواریئے۔ غور و فکر تو کیجئے۔۔!

## اصولِ حکمراں ہوتے ہیں تقدیرِ وطن!

تاریخ کے اوراق کو پلٹا جائے تو یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ملک و قوم کی حالت کو سنوارنے میں حکمراں نے کیسے اپنے کردار ادا کئے۔ وزرا کے کیا خوب عوام دوست رویے تھے۔ عوامی خادم ہونے کی اعلی مثالیں، ملکی مفاد کی ذاتی مفاد پر ترجیح ،جذبہ حب الوطنی ، غم گساری کے جذبے سے سرشاری اور ملکی وقار کا تحفظ ہی اصل فریضہ ہوا کرتا تھا۔ پاکستان ہجرت کرکے آنے والوں کے بے شمار مسائل کے حل کے لئے وسائل پیدا کرنا کس قدر گھمبیر مسئلہ تھا۔ مگر خلوصِ نیت سے ایسی حکمتِ عملی تیار کی گئ جو مشکل میں آسانی کے آثار کو نمایاں کر گئ۔ پاکستان کی طرف ہجرت کرنے میں جس طرح اس وقت کے لوگوں نے اپنے گھربار ،مال مویشی، جمع پونجی اور پیاروں کی جانیں تک قربان کیں ،ان لازوال قربانیوں کی مثالیں نہیں ملتیں۔ ایک آزاد وطن کی قدر و قیمت پہچاننے اور اسے سر آنکھوں پر رکھنے میں وہ لوگ سب سے بازی لے گئے۔ اور پھر جس طرح ان کی زندگیوں کو نارمل سطح پر لانے کے لئے ہر سمت سے اقدامات کئے جانے لگے وہ اس دور کے حکام کی دیانت داری کی منہ بولتی تصویر ہے۔ قائد نے فرمایا، ''ان تباہ حال مہاجرین کو دوبارہ سے پاؤں پر کھڑا کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ ملک میں صنعت و حرفت کو فروغ دیا جائے۔ اس سے روزگار کے نئے وسیلے فراہم ہوں گے۔'' انھوں نے ہر جانب نگاہ رکھی اور جدوجہد

کی۔ وزرا کو جو دفاتر مہیا کئے گئے وہ چند کمروں پر مشتمل اور بالکل ویران تھے۔ وہاں ٹوٹی ہوئی کرسیوں، میزوں اور ایک یا دو الماریوں کے سوا کچھ سامان نہ تھا۔ کچھ نے تو اپنے گھروں سے کرسیاں منگوائیں، ضروری دفتری سامان بازار سے خرید لائے۔ ببول کے کانٹوں سے پنوں اور ساحل سے جمع کئے گئے پتھروں سے پیپر ویٹ کا کام لیا گیا۔ دوسروں کو بھی ایسا کرنے کی ترغیب کی اور یوں کام کا آغاز کر دیا گیا۔

ہمارے قائد کے طور طریقوں اور اصولوں میں وطن و قوم کی ترقی و خوش حالی کا راز پنہاں ہے۔ دوسری طرف وزرا بھی قائد کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے ماضی کے بلیک اینڈ وائٹ مناظر کو کیا عمدہ تحفے دے گئے۔ ہمارے عظیم قائد نے قوم کے پیسے کو اسی کی ملکیت سمجھا۔ کابینہ کا اجلاس تھا، اے ڈی سی نے قائد اعظم سے پوچھا: سر چائے سرو کی جائے یا کافی؟ قائد نے سخت لہجے میں فرمایا ''کہ کیا یہ لوگ اپنے اپنے گھروں سے چائے یا کافی پی کر نہیں آئیں گے۔ جس وزیر نے چائے یا کافی پینی ہو گھر سے پی کر آئے یا گھر جا کر پئے۔ قوم کا پیسہ قوم کے لئے ہے وزیروں کے لئے نہیں''۔ اس حکم کے بعد سے جب تک قائد برسرِ اقتدار رہے تب تک کابینہ کے اجلاسوں میں سادہ پانی سرو کیا جاتا رہا۔ ایک بار یوں ہوا کہ گورنر جنرل ہاؤس کے لئے کچھ سامان منگوایا گیا۔ جب ہمارے قائد نے تفصیلات طلب فرمائیں تو کچھ چیزیں محترمہ فاطمہ جناح اور قائدِ اعظم کے

ذاتی استعمال کے لئے بھی تھیں۔آپ نے احکامات صادر فرمائے ''کہ میرے سامان کی ادائیگی میرے اکاؤنٹ سے ہو گی اور فاطمہ کی چیزوں کی ادائیگی فاطمہ کے اکاؤنٹ سے ہو گی۔باقی ادائیگی گورنر جنرل کے اکاؤنٹ سے کی جائے اور آئندہ سامان خریدتے ہوئے احتیاط برتی جائے۔'' ہمارے قائد اگرچہ پینٹ شرٹ اور ٹائی کوٹ پہنا کرتے تھے مگر پاکستان آنے کے بعد انھوں نے ایک دن بھی یہ لباس زیب تن نہیں کیا بلکہ روایتی شیروانی کو اپنا لباس بنایا۔جو کلچر کی عکاس تھی۔بیرون ملک دوروں کے دوران اس دور کے وزرا کا لباس شیروانی و شلوار ہوا کرتا تھا۔وہ لباس پاکستانی کلچر و اقدار کی شناخت تھا۔اس دور کے وزیروں نے کبھی بھی ملکی جاگیر کو ذاتی جاگیر میں شامل نہیں کیا۔اور اپنی بیگمات اور بچوں کو بھی ایسی کسی فرمائش پر جھاڑ پلا دی۔چھوٹے چھوٹے کاموں کے لئے نوکروں کا سہارا نہ لیا بلکہ خود سے ہاتھ پیر ہلا لئے۔تب کے دور میں وزرا کرپشن کے لفظ سے ناواقف تھے۔پیسوں کی خورد برد نہ ہوا کرتی تھی۔ہر شعبے میں ملکی بحالی اور ترقی کے لئے قدم اٹھانے پر زور دیا گیا۔ایک سابق وزیر اطلاعات و پارلیمانی امور نے تو فلم سازوں تک نصیحت کی کہ وہ فلمیں حب الوطنی کے موضوعات پر بنایا کریں۔ان تاریخ ساز فیصلوں اور پالیسیوں نے ہی تو پاکستان کو سنبھلنے اور کھڑا ہونے میں مدد دی۔ہمارے قائد اور ان کے ساتھی وزرا نے اس وطن میں پھیلی تاریکی کو اپنی شب و روز کی ان تھک محنت سے روشن کیا،امید کی شمعیں جلائیں،دیانت داری سے قوم کا پیسہ قوم کی بحالی

اکے لئے وقف کیا۔وطن کے ساتھ پیار کرنا اور نبھانا تو صرف وہی جانتے تھے۔۔
قائد کے ہر ہر فرمان میں ہر طبقہ ہائے فکر سے تعلق رکھنے والوں کے لئے کام کی باتیں، نفع اور ترقی کے ثمر واضح ہیں۔نوجوان ہوں یا بڑے، غریب طبقہ ہو یا پر آسائش زندگی گزارنے والے وزرا، سب کے لئے مفید اور علم و تجربے سے بھرپور اقوال موجود ہیں۔انھوں نے فرمایا، ''مجھ سے اکثر پوچھا جاتا ہے کہ پاکستان کا طرزِ حکومت کیا ہو گا؟ پاکستان کے طرزِ حکومت کا تعین کرنے والا میں کون ہوتا ہوں ۔مسلمانوں کا طرزِ حکومت آج سے تیرہ سو سال پہلے قرآن کریم میں وضاحت کے ساتھ بیان کر دیا گیا تھا''۔حکومت کے سب سے اہم فرض کے بارے میں بھی بتایا ''کہ حکومت کا پہلا فریضہ امن و امان برقرار رکھنا ہے۔تاکہ مملکت کی جانب سے عوام کو ان کے املاک، زندگی اور مذہبی اعتقادات کے تحفظ کی پوری پوری ضمانت حاصل ہو''۔ان میں حکومت کے لئے رہنمائی بھی ہے اور اس کے اہم فرائض کی نشاندہی بھی۔
مگر افسوس کہ قائد کی تصاویر کو تو ہر اداروں میں خوبصورت سا فریم کروا کر دیواروں پر لگا دیا گیا ہے مگر ان کی باتوں، نصیحتوں اور اقوال کو نظر انداز کر دیا گیا ہے۔اسمبلیوں میں مچھلی منڈی لگی ہے۔ایک دوسرے کو بات کرنے تک کی اجازت نہیں۔دوسرے کی راہ میں روڑے اٹکانا تو ہر جماعت کا پسندیدہ

مشغلہ بن چکا ہے۔کوئی کسی سے راضی نہیں ۔اسپیکر کہ جسے دیگر اراکین سے کسی بنا پر فوقیت دے کر اس اونچی کرسی پر براجمان کیا گیا ہے ،کی بات تک سننا گوارا نہیں ۔معذرت کے ساتھ لیکن وزرا انتہائی ڈھٹائی، بد تمیزی اور بد تہذیبی کا مظاہرہ کرتے دکھائی دیتے ہیں ۔آپس کی گالم گلوچ اور ہاتھا پائی تو بہت ہی افسوف ناک ہے۔ ٹیلی وژن پر یہ سب دیکھتے ہوئے ایک جاہل ہو یا تعلیم یافتہ ،دونوں ہی سر پیٹ کر رہ جاتے ہیں ۔

اب ایسا وقت آن پہنچا ہے کہ ان نسل در نسل ملنے والی نوازشات کو ان سے واپس لے لیا جائے۔ اعلی تعلیم یافتہ افراد کو مواقع دے کر اسمبلیوں میں بٹھا کر نئی روشیں قائم کرنے کے لئے راہیں ہموار کی جائیں۔ کیونکہ متعلقہ حکام کم تعلیم و تہذیب رکھتے ہیں ۔ٹھنڈے گھروں سے لے ٹھنڈی گاڑیوں اور پھر وسیع و پر تعیش ایوانوں میں بیٹھ کر بھی نہ مطمئن رہتے ہیں اور نہ ہی رہنے دیتے ہیں ۔ان گرم دماغوں کا علاج اب ضروری ہو گیا ہے۔ کرپشن کے ڈھیروں قصے، عوامی فلاح کے لئے مختص کی گئی اراضیوں پر ناجائز قبضے، بے ایمانی کا عروج، ذاتی مفاد کے پجاری، سہولیات سے بھرپور پر آسائش حیات، اسمبلیوں میں بے معنی بحث و مباحثہ، اجلاسوں کے دوران ہزاروں لاکھوں کے من پسند پکوان، منرل واٹر کی بوتلوں کے انبار، قیمتی وقت کا ضیاع، اہم فیصلوں کی راہ میں حائل کی جانے والی بے جا رکاوٹیں۔۔آہ ! کیا ہی ماضی کے متضاد عجب حال ہے۔

قوانین کی پاسداری کو ہر حال میں یقینی بنانا اب انتہائی ضروری ہو گیا ہے۔اس معاملے میں کراچی کے حالات سے متعلق رینجرز کی کامیابیاں اور روز مرہ کے معمولات میں بہتری ایک خوش آئند تبدیلی ہے۔یہ کیسے ممکن ہوا ؟اس وقت جب اہم فیصلے کئے گئے۔ملکی مسائل میں کمی لانے کے لئے ان کی طرف نگاہ کی گئی،جائزے لئے گئے اور کارروائیاں کی گئیں۔جب افواج پاکستان کی جانب سے وطنِ عزیز کو میلی آنکھ سے دیکھنے والوں کو ہزاروں دہشت گردوں کو موت کے گھاٹ اتار کر اپنی بہادری و دلیری کا پیغام دیا گیا۔اب حکمرانوں کو جلد مزید اہم اقدامات کرنے ہوں گے جس سے جڑ پکڑتے مسئلوں کو اکھاڑنے کی طرف سب متوجہ ہو سکیں۔اسمبلیوں میں اخلاقیات کی پاسداری کو یقینی بنانے کے لئے سخت اصول بنائے جائیں۔اجلاسوں میں اپنے فرائض اور اہم کاموں کی ادائیگی پر فوکس کیا جائے نہ کہ بے جا دعوتوں کا فرمائشی پروگرام چلایا جائے۔جن گھمبیر معاملات کو ہمارے قائد نے اس زمانے میں اپنی بہترین حکمتِ عملی سے سلجھایا تھا،ان سے سبق سیکھ کر اور ان اصولوں کو اپنا کر ہمارے حکمراں بھی خوشحالی لا سکتے ہیں۔سب مل کر ان کے ساتھ چلیں اور ملکی تقدیر کو بدلنے میں اپنا کردار ادا کر کے پاکستان کو اس کی اگلی سالگرہ پر بہتری حالات کا تحفہ دیں۔

# اندھیر نگری

بیش قیمت آزادی، گلیوں میں کھیلتے بے پرواہ بچے، پر امن ماحول، بے فکری سے گنگناتی وہ زندگی۔۔ کیا ہی اعلی دن تھے۔ اگرچہ مسائل بھی تھے تو پہاڑ جیسے معلوم نہ ہوتے تھے۔ یہ مل بیٹھ کر حل ڈھونڈ نکالا اور ہو گیا مسئلہ ختم۔ بچوں کی نظروں میں لحاظ کی چمک اور فرمانبرداری کی وہ زبردست مثالیں۔ پر رونق بازار، من مرضی کر کے قیمت تہہ کروا لینا اور ہر چیز جیسے پہنچ میں۔ لوگوں کا آپس میں دل سے ملنا اور یارانہ تو کیا خوب نبھانا۔ بزرگوں کی عزت کرنا اور ان کا خاندان بھر پر رعب و دبدبہ ہونا۔ اگر کوئی حادثہ رونما ہوتا تو مدد کرنے والے لوگوں کی دوڑیں لگ جاتی تھیں۔ بچوں کا شام میں باہر گلی یا سڑک پر معصومانہ اچھل کود کرنا اور بے فکری کے ساتھ کھیل میں مگن ہونا۔ لوگوں کے لہجوں میں انکسار اور احترام کا عنصر پائے جانا۔ آہ ! یہ سب ماضی کے جھرونکوں میں کب کا مدھم پڑ گیا۔۔۔

اور آج کی تصویر اس کے بالکل برعکس دکھائی دینے لگی ہے۔ افرا تفری، لوٹ مار اور چھینا جھپٹی کا بازار گرم ہے۔ دہشت گردی کا خوف، بے موت مارے جانے کا ڈر اور اپنوں کو بے سہارا چھوڑ جانے کے کرب نے راتوں کی نیند کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے۔ پشاور کے اس دل دہلا دینے والے واقعے کی خبروں نے

بینائی سے محروم آنکھ کو بھی خون کے آنسو رلایا ہے۔ کتنی ہی ماؤں کے سینوں پر سلاخوں سے ضربیں لگائی ہیں۔

ننھے بچوں کا باہر گلیوں میں کھیلنے کا وہ بے فکر زمانہ بہت پیچھے رہ گیا۔اب تو بھیڑیئے بیٹھے ہوتے ہیں گھات لگائے اور شکار کو دبوچ کر اپنی درندگی کا نشانہ بنا ڈالتے ہیں۔باہر کے لوگوں سے کیا شکوہ کہ جب اپنی ہی اولاد کی آنکھوں میں شرم اور حیا کی کمی

ہو۔فرمانبرداری کی مثالیں شاذر و نادر ہی سننے میں آتی ہیں۔ہر فرد کے لہجے میں پریشانی کے بوجھ نے کرواہٹ پیدا کر دی ہے جس کا مزہ سامنے کھڑے انسان کو چکھا دیا جاتا ہے۔غصہ، عدم برداشت، لڑائی اور قتل و غارت، یہ سب اب صرف الفاظ میں قید نہیں بلکہ جا بجا ان کو عملی جامہ پہنایا جا رہا ہے۔''کرے کوئی اور، بھرے کوئی'' پر بھی کیا خوب عمل پیرا ہے زمانہ۔اور ہاں بھیا،جب بھی کہیں کوئی حادثہ پیش آئے تو مدد بعد میں، پہلے اس واقعے کو اپنے موبائل فون میں ویڈیو کی زینت بناؤ اور ڈال دو فیس بک پر۔بس جی پھر وہاں سے وڈیو کے گھومنے پھرنے کا ایک طویل سفر شروع۔یہ خیال تو رکھا ہی نہیں جاتا کہ احساس رکھنے والے اور نرم دل افراد کے ذہنوں پر اس کا کیا گہرا اثر ہو گا۔یارانہ نبھانا تو دور کی بات،جب دل کی بستی میں خوامخواہ کی سنی سنائی باتوں نے رنجشیں بن کر اپنے پنجے گھاڑ لئے۔بازاروں میں گاہک اور دکان دار کی تلخ کلامی کے قصے بھی سماعت سے

ٹکرانے لگے ہیں۔ایمانداری کی جگہ رشوت اپنا گھر بنانے لگی ہے۔انکسار و عاجزی کی جگہ غرور نے سر اٹھا لیا ہے۔

ہمارا معاشرہ کب اتنا بدل گیا؟کس نے اسے اتنا اکسایا کہ وہ اپنی روایتوں سے کنارہ کشی اختیار کرکے دوسروں کے گن گانے لگا؟اس کی ہر مثبت سوچ کو کس منفی اثر نے گھیر لیا؟ان سوالوں کے جوابات ڈھونڈنے کی ضرورت ہے اور پھر ان پر ٹھنڈے دل و دماغ سے سوچ وچار کی بھی اشد ضرورت ہے۔کیوں کہ جب تک باہم گفت و شنید نہ ہو گی،بات کھل کر سامنے نہیں لائے جائے گی تو تب تک اس پر نجات کی عمارت کی تعمیر کیسے شروع ہو گی!!!

گھر گھر ایک ہی ٹی وی چینل ،زندگی کی گاڑی کو پر سکون انداز سے چلا رہا تھا۔ڈرامے بھی دیکھنے کو ملتے،خبریں بھی،کارٹون اور تفریحی پروگرام بھی ۔مگر انسان کی تسخیر کرنے کی عادت نے اسے مجبور کیا تو میدان میں آتے چلے گئے نت نئے چینلز کہ جنھوں نے ناظرین کی نظروں کو بے حد خیرہ کیا۔معلومات عامہ،گھر بیٹھے ملکوں کا سفر،ملبوسات کی زیبائش اور گھر کی آرائش،کچن کی رنگ برنگی دنیا اور طبّی آگہی نے جہاں کئی سہولتوں سے آراستہ کیا تو دوسری طرف فلمی دنیا،مغربی فیشن ،ڈراموں اور محبت کے بارہا عنوان نے معاشرے کی روایتی بنیادوں کو ہلانا شروع کر دیا۔پڑوسی ممالک بالخصوص ہمسایہ ملک کی

نازیبا فلموں اور عاشقی سے بھرپور گانوں نے نوجوان نسل کو اپنا مداح بنالیا ہے۔ہر ڈرامے میں ان کے ساس بہو کے زور پکڑتے مسائل اور چالاک ذہن کی شیطانی چالوں نے دوسروں کے گھروں میں آگ لگانے کا کام کیا ہے۔مغربی دنیا کے فیشن کو ہمارے کلچر میں ڈھال دینے سے کسی حد تک لوگوں کا دھیان ان اوٹ پٹانگ کاموں کی طرف راغب ہونے لگا ہے۔

اور اب سب سے اہم موضوع جو ہمارے آج کل کے پرائیویٹ چینلز کے ڈراموں سے متعلق ہے۔جو معاشرے میں بگاڑ پیدا کر رہا ہے۔ان کے ٹائٹل پر تصاویر میں محبت کی پریشانی ،ناکامی اور دکھ جیسے احساسات زیادہ دکھائی دینے لگے ہیں۔ان کے ڈائیلاگ کی شدت اور فاصلوں میں بڑھتی کمی نے فوری اثر قبول کرنے والے دماغوں کو غلط پیغام دیا ہے۔ڈراموں میں رشتوں کے لحاظ اور احترام کو کتنی بے دردی سے کھویا جارہا ہے۔ہمارے ہاں کے لوگ جذباتی طبیعت کے مالک ہیں وہ کسی کہانی کے اختتام سے زیادہ اس کے آغاز کو اہمیت دیتے ہیں۔ خوابوں کی دنیا کو آنکھوں میں سجائے اپنے گھروں کی دہلیز کو پار کرنے میں اب عار محسوس نہیں کرتے۔اور پھر جو گھناؤنے کیسز سامنے آتے ہیں اس کے لئے اخبارات کا صفحہ کرائم ان واقعات کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ڈراموں میں ایک دوسرے کے خلاف اعلی پائے کی سازشیں نفرتوں کی بجھتی چنگاری کو بھی ہوا دے دیتی ہیں۔ماں باپ سے اختلاف اور گھر والوں سے بدکلامی کرنے میں کوئی شرم

نہیں کیونکہ یہ محبت کے عظیم جذبے کا تقاضا ہے۔ حقیقت کے متضاد دکھایا جاتا ہے جیسے ایک غریب گھرانے کی لڑکی سڑک پر گلے میں دوپٹہ لئے جا رہی ہے اور آفس میں تو اس کے ڈھنگ ہی نرالے ہوتے ہیں۔اب فیملی کے ساتھ بیٹھ کر ڈرامہ دیکھنے کا دور گیا۔ کہانی لکھنے والو! خدارا کچھ تو معاشرتی اقدار اور کلچر کی ساکھ کا خیال کر لو۔

باقی کی کسر فیس بک پوری کر رہی ہے۔اجنبیوں سے دوستیاں اور بے تکلفی کب انسان کو گمراہی کے دہانے پر لا کھڑا کرتے ہیں اسے پتا ہی نہیں چلتا۔ایسی ایسی پوسٹز (posts) اپ لوڈ اور شیئر کی جاتی ہیں کہ جس میں کسی بھی مشہور شخصیت کو نہیں بخشا جاتا خواں وہ قائدِ اعظم جیسا باعزت اور عظیم رہنما ہی کیوں نہ ہو۔لوگوں میں احساس کی شدید کمی ہوتی جا رہی ہے۔مذاق ہی مذاق میں کسی کے وقار کی دھجیاں اڑانا اب کوئی بات ہی نہیں رہ گئی۔اوپر سے ایسے ایسے کمنٹز کئے جاتے ہیں کہ خدا کی پناہ۔

آج اس تنظیم کا دھرنا تو کل فلاں کا! آئے روز ٹی وی پر مختلف پارٹیز، مقامی تنظیموں یا مظلوم بے سہارا لوگوں کے دھرنوں کی خبریں ملاحظہ کی جاتی ہیں ۔دھرنا دینا تو ہمارے ملک میں ایک روایت سی بن گئی ہے۔اور پھر اس روایت پر پولیس کی لاٹھی بھی برسائی جاتی ہے۔کوئی الزام دیتا ہے پولیس کو تو کوئی.

دھرنا کے شرکا کو، تو کوئی حکومت کو برا بھلا کہہ کر بات کو نمٹا دیتا ہے۔ مگر مسئلہ جڑ پکڑتا ہی کیوں ہے آخر ؟ اس کے فوری حل کے لئے اقدامات آغاز میں اٹھا لئے جائیں تو نہ ہی آئے روز نئی نئی منفی روایتیں جنم لیں، نہ ہی پولیس کے ساتھ جھڑپیں ہوں، نہ میڈیا ان کو فلما کر نشر کرے اور نہ ہی ملک کے لئے دنیا میں شرمندگی کا سبب پیدا ہو۔ یہ سب دیکھ کر ایک سمجھ بوجھ رکھنے والے انسان کا دل بہت کڑھتا ہے۔ دماغ میں اذیت کے کچوکے لگتے ہیں۔ پریشانی کے دریا میں انسان ڈوب جاتا ہے۔ عمر رسیدہ بزرگوں کی پریشانی بجا ہے کہ معاشرہ زوال کی طرف گامزن ہے۔ اپنی ہی مستی میں اس قدر کھو گیا ہے کہ کچھ سننا اور سمجھنا ہی نہیں چاہتا۔ نوجوان نسل کو تو یہ ملک سنبھالنا ہے۔ مگر وہ تو مگن ہے بلاوجہ کی موج مستی میں۔ ان کی روحوں کو جھنجھوڑنے کی اشد ضرورت ہے ۔سب کو مل کر اس ملک کو ترقی یافتہ بنانا ہے اور یہ سب کہنا کوئی جذباتی بات نہیں بلکہ حقیقت میں اب اس کا وقت آن پہنچا ہے۔

کہا گیا ہے کہ جنت میں نہریں اور باغات ہوں گے۔ باہر کے ممالک کے تو اس بات پر عمل پیرا بھی ہو لئے ۔انھوں نے اپنے ملکوں کو صاف ستھرا، جھیلوں سے مزین، امن و امان سے آراستہ اور سبزے سے سجا رکھا ہے کہ ہم اگر وہاں کا رخ

کریں تو بے ساختہ کہہ اٹھتے ہیں کہ یہ جگہ تو جنت معلوم ہوتی ہے۔ اے لوگو! بات کی گہرائی میں جاؤ اور سمجھنے کی صلاحیت کو بروئے کار لاؤ۔ ابھی بھی وقت ہے، اس اندھیر نگری سے نکلو اور اپنے ارد گرد کے ماحول کو اس غیر مہذبانہ طور طریقوں کی آلائشوں سے پاک کرو۔ اپنے اس دیس کے لوگوں کو برداشت، آبرو، چین اور امن کے پرچم تھماؤ نہ کہ بے امنی، بدمزاجی اور شرمندگی کے جھنڈے گاڑھو!

## سیاست کی دنیا کے ناشائستہ رنگ!

آسمان سے قلابے ملاتے دعوے، ایک سیاستدان کے دوسرے پر تابڑ توڑ لفظی حملے، غیر شائستہ جملے، ولولہ انگیز نہیں بلکہ اشتعال انگیز تقاریر، خود کی جیت پر مہر ثبت کرنا، ووٹ کاسٹ کرنے والی جگہوں کے باہر ہاتھا پائی، گھتم گھتائی، پولیس کی بھاری نفری کی طلبی، مشتعل افراد کا دوسروں سے چھیڑ خانی کرتا شور و غوغا اور کہیں جیت پر جشن تو دوسری طرف دھاندلی کا رولا۔۔یہ سب رنگ ہماری سیاسی دنیا کے ہیں۔ انتخابی مہم کا آغاز کرتے ہی ہمارے منجھے خاندانی و غیر خاندانی سیاستدان جلسوں کی کال دیتے چلے جاتے ہیں۔ایک جم غفیر امڈ آتا ہے۔یہاں سے سیاستدانوں کی چال چلنے کا کام شروع ہو جاتا ہے۔ خود کی تعریفوں میں طویل سے طویل ترپل باندھ دینا، خود کے دامن کو پاک و صاف قرار دینا، مخالف کے لئے انگارے برساتے الفاظ منتخب کرنا اور ان کے کردار کو کیچڑ سے لت پت کر دینا،ایسی مثالیں پہلے بھی دیکھنے میں آتی رہی ہیں مگر اس NA-122 کے الیکشن نے تو حد ہی کر دی۔ دنیا کے تمام کام اور جھمیلے ایک طرف رکھ کر سب کی توجہ اس الیکشن نے اپنی جانب لگا لی۔ ن لیگ اور پی ٹی آئی کی تقاریر تو سب ہی نے سنی اور ٹی وی پر ملاحظہ بھی کیں۔اس سلسلے میں عوامی توجہ کھینچتے پی ٹی آئی کے سیاستدانوں نے غیر مہذب الفاظ استعمال کرنے سے بھی گریز نہیں کیا۔ دن بدن ان کے لہجوں میں تلخی کی شدت

بڑھتی جا رہی ہے۔ان کے ایک کھری بات کرنے والے رہنما کا کہنا تھا کہ '' ۱۱ اکتوبر کو ایاز صادق کا کلیجہ پھٹے گا اور نیا ز بٹے گا''۔انھوں نے یہ بھی کہا کہ '' مرو، مر جاؤ، جلاؤ، گھیراؤ مگر پاکستان کو ان سے اور خاندانی سیاست سے نجات دلاؤ''۔ پڑھے لکھے اور اچھی شخصیت کے مالک عمران خان جب تقریر کرنے آتے ہیں تو اپنے الفاظ کے چناؤ اور ان کے استعمال کی پرواہ کئے بغیر بولتے ہی چلے جاتے ہیں۔ روز بروز ان کا لب و لہجہ سان پر چڑھتا جا رہا ہے۔انھیں کوئی بھی پسند نہیں۔ جیسے طبیعت میں اطمینان ذرہ بھر نہیں بس ناراض لہجہ ہی لئے سنائی دیتے ہیں۔ایک بات اب سب پاکستانی جان چکے ہیں کہ یہاں دودھ کا دھلا کوئی نہیں۔ہر سیاستدان نے دولت کے انبار لگا رکھے ہیں۔یہ سب ذاتی مفاد میں دوڑتے ہیں۔دوسرے کو نیچا دکھانے کے شوقین لوگ ہیں۔ چنانچہ اے سیاستدانو! اس جوش میں آپے سے باہر ہونے کی ضرورت نہیں،کچھ تو ہوش کے ناخن لو!

اس سیاسی لڑائی کے مزے میں منچلوں نے کیا خوب ویک اینڈ گزارا۔یہ سلسلہ جمعے کی شام کو ہی شروع ہو گیا۔ دونوں پارٹیوں کے جلسوں میں عوامی شرکت کا تانتا بندھ گیا۔نعرے بازی، چیخنا چلانا،تالیوں کا شور اور جھنڈے لہرا کر اپنے قائدین کو داد دی گئی۔اور ہاں '' تھیم سانگز ''کا نیا کلچر بھی متعارف ہو چکا ہے۔ جتنی ڈھول کی تھاپ پر رقص کرواتی دھنیں ترتیب دی گئی ہوں گی اتنا ہی

سپورٹرز انجوائے کریں گے۔ ایک میلہ سا لگ جاتا ہے۔ جیسے کوئی کلچرل فیسٹیول منعقد کیا گیا ہو۔ ووٹنگ کے دن تو پھر جوشیلے نوجوان کیا ہی حالات پیدا کر دیتے ہیں۔ گھر بیٹھے لوگ پریشان ہو جاتے ہیں اور اپنا سر پیٹ کر رہ جاتے ہیں۔ یہ صورتحال خواتین اور بزرگ ووٹرز کے لئے رکاوٹ کا باعث بنتی ہے۔ انتخابی مہم ختم ہو جانے کے بعد بھی ماحول سرگرم نظر آتا ہے صرف سیاستدان تقریر نہیں کر سکتے باقی تو سب کا سب چلتا رہتا ہے۔اس سب پر بھی پابندی ہونی چاہیے۔پولنگ اسٹیشنز کے باہر نوجوان ووٹرز اور سپوٹرز کو ٹولیاں بنا بنا کر ہلا گلا اور نعرے بازی کرنے پر پابندی عائد کی جائے۔ جو پولیس کے منع کرنے کے باوجود نہ مانے اس کے خلاف کارروائی سے گریز نہ کیا جائے۔پولیس لاٹھی چلائے یا نہ چلائے بدنامی تو اسی کے سر ڈال دی جاتی ہے۔ایسی تمام بلاوجہ کی باتوں کے خلاف بھی ایکشن لیا جائے۔

یہ الیکشن اہم تھا یا حد سے زیادہ اہم،اس بارے میں میڈیا نے ناظرین کو آگاہ کیا۔ہر چینل نے اس معاملے کو تمام معاملات پر ملحوظِ خاطر رکھتے ہوئے سارا دن ایک دوسرے سے آگے نکل جانے کی شدید دوڑ لگائی۔ہر چینل نے ہر پولنگ اسٹیشن سے سب سے پہلے رزلٹ حاصل کرکے اپنی روایت کو برقرار رکھنے کا شور مچایا۔اف خدایا! یہ سن سن کر تو بے زاریت سی طاری ہونے لگتی تھی۔مگر چینلز کا فخریہ لہجہ کنٹرول میں آنے کا نام ہی نہیں لے رہا تھا۔ایک چینل تو کتنی دیر تک

پولنگ اسٹیشن کے باہر ہونے والی دن کے وقت کی لڑائی کو لے کر بیٹھا رہا، بارہا اس لڑائی کی فوٹیج دکھائی گئی مگر نیوز اینکرز اس پر کچھ الفاظ مسلسل دہرا دہرا کر ہلکان نہ ہوئے۔ باقی کئی چینلز ماسکنگ سکرین میں ان حالات کو دکھا رہے تھے۔ ایک اور پرائیویٹ نیوز چینل پر 8 بجے کے پروگرام میں نتائج سے متعلق ایک رپورٹر نے انتہائی رش میں رپورٹنگ شروع کر دی۔ اس دوران ایک پولیس آفیسر سے الیکشن سے متعلق سوال کیا گیا تو انھیں نے مائیک کو ذرا پیچھے ہٹاتے ہوئے کہا کہ کسی سینئر افسر سے پوچھیں۔ اتنی سی بات پر وہ رپورٹر شدید بھڑک اٹھا اور دونوں میں تلخ کلامی شروع ہو گئی۔ وہ پولیس افسر تو رش میں سے نکلتا ہوا اپنی سمت نکل گیا مگر رپورٹر اسے سناتا ہی رہا اور انگریزی جملے بھی کس ڈالے۔ یہ سب لائیو کوریج کی وجہ سے ناظرین ٹی وی پر ملاحظہ کرتے رہے۔ رپورٹر یہ سمجھنے سے قاصر رہا کہ سارا دن کی ڈیوٹی کے بعد بھی اپنے کاموں میں مصروف پولیس کو بھی تھکاوٹ ہوتی ہے، ان کے ذمہ کئی کام ہوتے ہیں کہ جن کی سختی سے پوچھ گچھ ہونی ہوتی ہے۔ مگر رپورٹر لوگ تو اگلے کے سر پر چڑھ جاتے ہیں کہ ہم تو میڈیا والے ہیں، ہمیں جواب دو پہلے۔ ایک جگہ لڑائی میں پولیس مشتعل افراد کو روکنے میں بغیر کسی لاٹھی چارج کے مصروفِ عمل تھی۔ مگر ان افراد نے کرسیاں برسانا شروع کر دیں۔ فوج کو دیکھ کر پھر کنٹرول میں آئے۔

عمران خان صاحب سے پاکستانی یہ کہنا چاہتے ہیں کہ آپ کی پارٹی نیا پاکستان تب بنائے گی جب اس میں نئی سوچ، نئی قیادت، نئے ارادے اور نئے چہرے شامل ہوں گے۔ آپ خود بھی تو دوسری پارٹیوں کے وہی گھسے پٹے رہنماؤں کو تحریک انصاف میں شامل کرکے خاندانی کلچر کو پروان چڑھا رہے ہیں تو دوسروں سے کیا ناراضی ؟آپ کے آتے ہی نوجوانوں نے آپ سے بہت توقعات وابستہ کر لی تھیں،اب بھی آپ کے دیوانے ہیں مگر کئی سپورٹرز کو آپ اپنے اس بگڑتے لب و لہجے سے اپنے سے دور کرتے جا رہے ہیں ۔ تو خدارا نصیحت پکڑ یئے۔ ہمارے ملک میں قابل لوگوں کی کوئی کمی نہیں ۔آپ نوجوانوں کو اپنی پارٹی میں جگہ دیں ۔ وہ بہترین انداز میں نئے پاکستان کی ترجمانی کرنے میں آپ کا ساتھ دے سکیں گے۔ مگر اس وقت جب آپ اس ''میں نہ مانوں'' کی سیاست اور ہر وقت کی اس بحث سے باہر نکل کر عملی کاموں میں حصہ لے کر عوام کی فلاح و بہبود میں اقدامات کرکے نعرہ لگائیں گے۔ غور کیجئے،ہر بار کی یہ شکایت !نہیں۔۔

## سنبھل جا اے غافل۔۔ !

زندگی کیا ہے؟اس جدید دور میں حالات و واقعات دیکھتے ہوئے تو یہ معنی سمجھ میں آتے ہیں : بھاگم بھاگ، سفرِ مسلسل ، فکرِ معاش، سوچ ادائیگیٔ ذمہ داری، موج مستی کا نام اور عشقِ مجازی۔۔۔

بشر لاپرواہی کی زندگی جیئے جا رہے ہیں ۔دوسروں کو نیچا دکھا کر برتری حاصل کرنے میں لگے ہیں ۔اپنے گریبان میں جھانکنے کی بات نہ کرو،ہاں مگر دوسرے پر کیچڑ اچھالنے میں دس قدم آگے۔بڑھاؤ کی مثالیں جگہ جگہ وضع کر رہے ہیں ۔کام ،کام اور کام کے قول پر مصروفِ عمل نہیں بلکہ موبائل، تضحیکی پیغامات بنانے، محترم تاریخی شخصیات کا مذاق اڑانے اور سوشل میڈیا پر نامعقول الفاظ کا استعمال کرنے میں جتے ہیں ۔سر کھجانے کی فرصت تک نہیں ۔اپنی جان بچانے کے لئے کسی پر بہتان لگا کر اسے سنگین انجام تک پہنچانے کے لئے تگ و دو میں لگ جانے پر اب دل نہیں ڈرتا ۔مظلوموں کی حق تلفی کرکے خود کے لئے راہیں آسان کرنے میں آخرت کا خوف نہیں ستاتا۔ذرا سی بات پر پستول نکال کر سامنے والے پر گولی چلا دینے میں جھجھک کہاں ۔غصہ تو نوجوانو کی ناک پر دھرا ہے۔اپنے ہی جگر گوشوں کو بے دردی اور تشدد کرکے موت کے گھاٹ اتار دینے میں ہاتھ کیوں نہیں کانپتے آخر؟؟افسوس صد افسوس کہ ایسے ایسے دردناک اور دل موہ

لینے والے واقعات سننے کو ملنے لگے ہیں کہ روح تک لرز جاتی ہے۔مگر کرنے والوں میں اتنا دم خم،اتنی ہمت اور اس قدر بے خوفی کہ خدا کی پناہ۔!

معاشرتی برائیاں عام ہوتی جارہی ہیں۔کچھ جنونی انسان جنگلی اعمال کا مظاہرہ کرکے نڈر مثالیں قائم کر رہے ہیں۔اور پھر منفی اثر پکڑنے والے ذہنوں کے لئے راہیں ہموار کرتے ہیں۔ایسا کرنے والے مقررہ حدود کو پیروں تلے روند کر بد تہذیب معاشرہ کی روایت کو جنم دے رہے ہیں۔اور ایسا کرکے پتا نہیں کس کی صف میں خود کو کھڑا کرنے کے علمبردار ہیں۔یہ جانتے بوجھتے کہ ہم لوگ مسلمان ہیں،ہمارا دین اسلام ہے،ہمیں اس دنیا میں آخرت کی تیاری کرنی ہے۔حضرت علیؑ نے فرمایا ''یاد رکھو کہ تم آخرت کے لئے پیدا کئے گئے ہو نہ کہ دنیا کے لئے''۔مگر ہم مخالف سمت میں چل رہے ہیں۔ہر وقت دنیا داری کے لئے خود کو تیار رکھتے ہیں۔استطاعت ہو نہ ہو دنیا والوں کو خوش کرنے میں ہی خود کی عزت و بھلائی سمجھتے ہیں۔بس اک نا معقول سی مزدوری ہے کہ جس میں سب جتے ہوئے ہیں۔دل ہزاروں آسائشوں کے باوجود بھی پر سکون نہیں۔ایک بے چینی ہے۔بے اطمینانی کا عالم ہے۔تھک جانے کے باوجود بھی سانس لینے کو بیٹھنا نصیب نہیں ہوتا۔پریشانیاں ہیں۔لاکھوں سوچوں نے دماغ میں گھر کر رکھا ہے۔ناراضیاں ہیں اور ہزار گلے شکوے۔خلوص تو ناپید ہو گیا۔گھر والے ایک دوسرے کی چغلی میں مصروف ہیں۔سیاست،سیاستدانوں کے گھروں سے نکل کر اب عام

آدمی کے دل و دماغ میں دنگا فساد کے شدید انگارے جلانے لگی ہے۔بزرگوں کی فرمانبرداری کو نوجوان نسل نے اپنی مرضیوں کے تابع کر رکھا ہے۔

آہ! آوے کا آوے ہی بگڑا ہوا محسوس ہوتا ہے۔کہیں یہی تو وہ حقیقتیں نہیں کہ جن کا ذکر اس فرمان میں آیا ہے،ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا''قیامت اس وقت تک برپا نہ ہو گی جب تک علم اٹھا نہ لیا جائے گا۔بکثرت زلزلے آئیں گے ایک زمانہ دوسرے کے قریب تر ہو گا۔فتنہ و فساد ظاہر ہو گا۔''ہرج میں اضافہ ہو گا۔ہرج سے مراد قتل ہے۔یہاں تک کہ مال کی فراوانی ہو گی اس'' طرح کہ ابل پڑے گا'' (بخاری)۔دیکھو اور غور کرو۔کتنے ملتے جلتے حالات ہیں۔علم رکھنے والے جاہلوں والی حرکتیں کرنے لگے ہیں۔زلزلے شدت کے ساتھ آنے لگے ہیں ۔مہینوں اور سال کو پر لگ گئے ہیں

۔ذرا ذرا سی بات پر ہر کسی کی تیوری چڑھ جاتی ہے۔

مصروف تھے سب اپنی زندگی کی الجھنوں میں

ذرا سی زمین کیا ہلی،سب کو خدا یاد آگیا

اکتوبر کے اس شدید زلزلے نے سب کو انتہائی خوف و ہراس کی دہلیز پر لا کھڑا 26 کیا۔سینکڑوں کاموں میں الجھے انسانوں کو کچھ ہی لمحوں میں دنیا کے فکر چھوڑ کر آخرت کی فکر میں مبتلا کر دیا۔اسے پاکستان کی تاریخ کا شدید ترین

زلزلہ قرار دیا گیا۔ سب کو ایسا محسوس ہوا کہ جیسے آج کا دن زندگی کا آخری دن ہو۔ کیا ہی غضب ناک لمحات تھے۔ کس قدر دل دہلا دینے والا واقعہ تھا۔ پیروں تلے زمین کی تھرتھراہٹ بہت خوفناک تھی۔ اسی دوران درختوں پر بیٹھے کووں نے شور مچاتے چیختے ہوئے یک دم اڑنا شروع کر دیا۔ منظر و حالت ایسی تھی کہ دیوار میں ایک چیز کا نیچے سے اوپر کی طرف ابھرتے چلے جانا، آنکھوں کے سامنے چیزوں کا تیزی سے ہلنا اور پھر گر جانا،کانوں میں عجیب سی گھر گھراہٹ کا شور سا گونجنا،ٹانگوں میں کپکپاہٹ، دماغ کا اس دوران اور کچھ دیر بعد تک بھی چکراتے رہنا، جابجا لوگوں کے خوف زدہ چہرے اور کلمہ پڑھتی زبانیں۔ اس رب نے کیسے پل بھر میں اپنی نشانی دکھا دی۔ تمام بے پرواہ دلوں کو اپنی طرف پھیر دیا۔لوگوں کے چہروں پر پریشانی کے تاثرات عیاں تھے۔ جو اپنی روز مرہ مصروفیات میں دن گزارتے ہوئے اور اپنے ہائی سوشل اسٹیٹس کی وجہ سے نماز تک قائم نہیں کرتے ہوں گے ،کیسے ان کے لبوں پر بھی اللہ اپنا نام لے آیا۔ جب زلزلے کے آفٹر شاکس کے بارے میں عوام کو آگاہی دے کر حفاظتی اقدامات رکھنے کی ہدایت کی گئی تو جیسے پریشانی نے دل و دماغ میں گھر کر لیا۔اس رات انسان خود کے بچاؤ کی تدابیر سوچنے لگا۔ اس وجہ سے بہت سے لوگ سو نہیں پائے۔اپنے پیاروں کو کھونے کا ڈر اور خود کی موت کے خوف کی کشمکش میں مبتلا رہے۔ سوات اور پشاور میں آنے والے آفٹر شاکس کی تعداد 41 بتائی جا چکی ہے ( اس تحریر کے لکھنے تک )۔ بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

اللہ نے اپنے بندوں کو معافی دینے کے لئے ان کو چھوٹے چھوٹے اور آسان عمل بتا رکھے ہیں ۔اب یہ اس بشر کی ذمہ داری ہے کہ وہ خود کو دنیاوی جال اور ان بے تحاشا کاموں کے لپیٹے سے دن میں پانچ بار آزاد کروا کراللہ کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہو۔ روزانہ کچھ دیر کو قرآن مجید کی تلاوت ضرور کرے۔جب کسی سے بات کرے تو پہلے سلام کرے۔ کسی اچھی چیز کی تعریف کرنے لگے توماشاء اللہ ضرور کہے۔ کسی کام کے مستقبل میں ہونے سے متعلق بات پر انشاء اللہ کے الفاظ ادا کرے۔اللہ کا شکر بجا لائے۔ اگر پریشانی نے گھر کر رکھا ہے تب بھی اس کی عطا کی گئی بے شمار نعمتیں ہیں ناں، سر پر چھت ہے، چار دیواری کا سہارا ہے، پیٹ میں بھوک کی شدت نہیں، پینے کا پانی ہے، گھر میں استعمال کی اشیا ہیں، سردیوں میں سورج کی حرارت اور گرمیوں میں بارش کی ٹھنڈک ہے، قدرتی مناظر کا حسن ہے، ملنے ملانے اور دکھ درد بانٹنے کے لئے عزیز ہیں ، بیماری نہیں، اولاد ہے ، سر پر ماں باپ کا سایہ ہے، بہن بھائی ہیں ۔۔۔بے شمار نعمتیں ہیں ایک نہیں تو دوسری کئی تو ہیں ناں تو پھر شکرادا کرنے میں اس قدر لاپرواہی اور کنجوسی کیوں ؟ شکایت نہ کرو دعا کرو، مدد طلب کرواور سب اللہ پر چھوڑ دو۔ اس کے گھر دیر ہے اندھیر نہیں ۔اور یہ بات بالکل سچ ہے۔ماں باپ کی خدمت کے بارے میں اللہ اور اس کے رسول کے ارشادات تو سن رکھیں ہوں گے تو عمل کرو۔اگر زلزلے کے دن آپ نے اپنا آخری دن سمجھ کر بہت سے پچھتاووں کو اپنے ارد گرد حصار

بناتے محسوس کیا تو دیکھو اللہ نے تمہیں ان سے باہر نکلنے کا پھر سے وقت دیا ہے۔اپنوں سے ناراضی مت رکھو۔لڑائی جھگڑوں میں حصہ ڈال کر اس قیمتی وقت کو ضائع تو مت کرو۔مسکرانا سیکھو۔مسکراہٹیں بکھیرو۔رات کو سوتے وقت عشا کی نماز ادا کرکے قرآنی آیات پڑھ کر سوؤ۔اورہاں اللہ کا شکرادا کرکے سوؤ۔جب صبح اٹھو تو کلمہ طیبہ پڑھو۔ورزش کرو، صبح کی سیر کرو۔بس وقت نکالنے کی ضرورت ہے اوراچھے کام کرکے خود کو ایک اچھا انسان بنانا مشکل نہیں۔اللہ سے نزدیکی اختیار کرو۔ سنو ''انسان اس وقت پریشان ہوتا ہے جب وہ وقت سے پہلے اور قسمت سے زیادہ مانگتا ہے''۔ تو دعا کرتے وقت اللہ سے شکایت کرنے کے تاثرات لب و لہجہ میں پیدامت کرو۔ بے شک اس نے ہر چیز کا ایک وقت مقرر کر دیا ہے۔ بس بہتری کی دعا کرو۔کہو اللہ مالک ہے۔خوش رہو اور خوش رہ کر زندگی کو آسان بناؤ، یہ سوچ کر کہ کل وقت مہلت دے نہ دے۔تو کرلے توبہ اے غافل اوراپنی مغفرت کا سامان تیار کر۔۔!

## یہ بدلتے انداز۔۔ ناگوار جدت !

وہ مناسب لب و لہجہ، سنجیدہ تاثرات، شائستہ اندازِ بیاں، سادہ لباس اور ایک حد تک میک اپ ،اس پیشے کی خاصیت ہوا کرتا تھا۔ چال ڈھال میں ٹھہراؤ کا عنصر نمایاں تھا۔ اخلاقی اقدار کو ملحوظ خاطر رکھا جاتا تھا۔ ذاتی مفاد پر ملکی مفاد کی خبروں کو ترجیح دی جاتی تھی۔ ملکی سالمیت سب سے اہم نقطہ تھی۔ خبریں سنانے والوں کو احترام کی نظر سے دیکھا جاتا تھا۔ ان کی متصدقہ خبریں بہت اہمیت کی حامل ہوا کرتی تھیں۔ خواتین نیوز اینکرز مناسب انداز میں دوپٹہ لینے کے ساتھ ساتھ سر پر بھی اوڑھا کرتی تھیں۔
یہ سب خصوصیات اب ماضی کا حصہ بن چکی !

پرائیویٹ نیوز چینلز کی آمد ہوئی اور ہر طرف شور و غوغا مچ گیا۔ ایک کے بعد ایک چینل اس دور میں شامل ہوتا گیا اور یہ معقول پیشہ ایک کاروبار بن گیا۔ جس کو چمکانے کے لئے دن رات تگ ودو شروع ہو گئی۔ ایک دوسرے سے آگے نکلنے کے لئے نئی نئی سازشیں بھی جنم لینے لگیں۔ اور اب حال کچھ یوں ہے کہ کوئی بھی خبر ہاتھ لگنے پر فوراسے بریکنگ نیوز کی صورت میں دھرلے سے اور پورے یقین کے ساتھ دنیا کے سامنے پیش کر دیا جاتا ہے۔ اس ایک سطر کو ٹیلی ویژن سکریز پر بار بار نچا جاتا ہے۔ نیوز اینکرز کی چلاتی آواز سے ہوتی

ذہنی اذیت الگ برداشت کرنا پڑتی ہے۔ اوپر سے چہرے کے بدلتے تاثرات سے کسی ڈرامہ چلنے کا گماں ہو رہا ہوتا ہے۔ خبر کو چٹپٹا بنانے کے لئے لب و لہجہ کا اتار چڑھاؤ کیا خوب کام دے رہا ہوتا ہے۔ اگر دوسرے کمرے میں کسی کے کان میں یہ آواز پڑے تو وہ فورا دوڑتا آتا ہے کہ خیریت کی خبر نہیں لگ رہی مگر صورتحال اس کے برعکس نکلتی ہے۔

ایسی خبر جو کسی بھی دوسرے ادارے ،چینل کے ''Exclusive'' ایک صحافتی اصطلاح پاس نہ ہو، جس کے بارے میں صرف ایک چینل ہی ناظرین کو آگاہ کر رہا ہو، ہر چینل پر بیک وقت ایک جیسی خبر پر دائیں سے بائیں سیر کرتی دکھائی دیتی ہے۔ خبر پڑھنے والے الگ بولتے چلے جارہے ہوتے ہیں کہ یہ خبر آپ صرف ہمارے چینل پر ملاحظہ کر رہے ہیں، فلاں فوٹیج ہمارے چینل نے سب سے پہلے حاصل کر لی،ان دستاویزات کی کاپی سب سے پہلے ہم موصول ہونے پر نشر کر رہے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ اس اصطلاح کی اب وہ شان نہیں رہی جو ماضی میں اس کے حصہ میں آتی تھی۔

نت نئے پہناوے کیا خوب رنگ بکھیرتے دکھائی دیتے ہیں ۔ خواتین اینکرز کو خوب تیار کرکے بٹھایا جاتا ہے۔ نئے نئے چینلز تو نئی نئی روایات بھی جنم لینے لگیں ہیں ۔ وہ نفاست بھرا دوپٹہ کلچر بہت پیچھے رہ گیا۔ اب تو شادی بیاہ کی مناسبت سے میک اپ کیا گیا ہوتا ہے۔ جہاں یہ میڈیا خبروں کی دنیا میں ترقی کی

منازل طے کر رہا ہے وہاں فیشن کے بھی چار چاند لگ رہے ہیں ۔وہ چیزیں جو اس پیشے کی آن بان تھیں ،ان میں جدت کا تڑکا لگا دیا گیا ہے۔ایک نیا انداز بھی متعارف کروایا گیا ہے جس میں ریمپ پر واک کرنے کے انداز میں نیوز بلیٹنز نشر کئے جاتے ہیں ۔اس دوران نیوز اینکرز کے انداز بہت ڈرامائی ہوتے ہیں۔

ایک عام آدمی، سیاستدان ،ٹی وی اداکار، صنعت کار یا کوئی بھی خاص و عام شخصیت کہ جس سے متعلق کوئی اہم خبر مل جائے ،تو بس سارے چینلز اخلاقیات کو بھول کر اس کی عزت کی دھجیاں اڑانے میں جت جاتے ہیں۔اگر کوئی بڑا آدمی ایک لمحے کو ڈگمگا گیا تو اس کلپ کو صبح سے رات تک کے بلیٹنز میں مختلف قسم کے گانے لگا کر چلایا جاتا ہے۔خبر کو چٹپٹا بنانا تو کوئی ہمارے میڈیا سے سیکھے۔ریٹنگ کی دوڑ نے ان سب چینلز کی آنکھوں پر ایک دوسرے پر فوقیت لے جانے کی پٹی باندھ رکھی ہے۔چاہے کوئی ملزم ہی کیوں نہ ہو،ان کے شدید الفاظ اس کو مجرم بنا کر پیش کر رہے ہوتے ہیں ۔نیوز ہیڈ لائنز میں سرخیاں تو پھلجھڑیوں کا کام کرتی ہیں۔ایسے ایسے الفاظ کا استعمال کیا جاتا ہے کہ زیادہ سے زیادہ لوگ ان کی طرف متوجہ ہوں۔

جمہوریت میں میڈیا کو پھلنے پھولنے کی کیا خوب چھوٹ ملی ہوتی ہے۔میڈیا کی طرف سے جس کا فائدہ اٹھانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی جاتی۔ہر کسی کے پیچھے

ہاتھ دھو کر پڑ جاتے ہیں۔ ماڈل ایان علی کے کیس کو حد سے زیادہ کوریج دی گئی۔ ان کے اسٹائل، چال ڈھال، لباس اور جیل کے اندر کی خبروں کو بلاناغہ فوکس کیا گیا۔ انھوں نے اپنا چہرہ جتنا بھی چھپانے کی کوشش کی، میڈیا والوں نے ہر ہر رخ سے ریکارڈ کی گئی ان رپورٹس کو دلچسپ طریقوں سے پیش کیا۔ اوپر سے اینکرز نے ان کی خبر پڑھتے اپنی آواز کے زاویوں میں جو اونچ نیچ کا تڑکا لگایا، اس نے کہیں تو حاضرین کو متاثر کیا تو کہیں لوگ میڈیا کی ان حرکتوں پر اپنا سر پیٹ کر رہ گئے۔ آج کل ایک پرائیویٹ نیوز چینل کی ریٹنگ بڑھانے کے غیر قانونی کام سے متعلق خبریں عام ہیں۔ اس عورت کی ہر ہر بات کو اہمیت دی جارہی ہے۔ پروگرام نشر کئے جارہے ہیں۔ نیوز اینکرز بریکنگ نیوز چلا رہے ہیں۔ کبھی اس کے لئے انصاف کو پکار لگائی جاتی ہے تو کبھی اس کی باتوں پر بے یقینی کا اظہار کیا جاتا ہے۔ معاملے کی تہہ تک پہنچے سے پہلے ہی اینکرز کو خبر بریک کرنے کے لئے آسمان سر پر اٹھانے کے لئے کہہ دیا جاتا ہے۔ میڈیا کی اسی روز بروز بڑھتی غیر سنجیدہ طبیعت نے سامعین و حاضرین کو ایک حد تک پریشان بھی رکھا ہے۔ سیاستدان الگ شکایت کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ ملکی اور قومی ساکھ کو برقرار رکھنے کے لئے کچھ اصول مقرر کئے گئے ہیں۔ کچھ حدود کا تعین کیا گیا ہے۔ تاکہ ملکی بدنامی نہ ہو۔ بین الاقوامی سطح پر ہماری ہنسی نہ اڑائی جائے۔ مگر ہمارے میڈیا نے پوری دنیا کے سامنے ہمارے مسائل کا رونا رو رو کر بیرونی طاقتوں کو پوری طرح آگاہ کیا ہوا ہے۔ جس سے کوئی نہ کوئی

غیر ملکی شخصیت ہر دوسرے چوتھے روز ہمارے سر پر آ کر منڈلانے لگتی ہے اور اپنے مطالبے ہماری میز پر پہنچ جاتی ہے۔

پہلے جب صرف سرکاری چینل ہوا کرتا تھا اس وقت ملک میں اتنی بے چینی نہیں تھی۔ مہذب لب و لہجے میں بلیٹنز پیش کرکے اور مثبت خبروں کا تعین کرکے ملک میں امن کی صورتحال برقرار رکھی جاتی تھی۔ مگر اب ہر طرف واویلا مچا ہے۔ بے شک ان میں کئی دوسرے مسائل کا بھی عمل دخل ہے مگر میڈیا بھی اپنا حصہ ڈالنے میں کسی طور پیچھے نہیں۔ نیوز چینلز کو اپنی پالیسیوں میں ردو بدل کرنا چاہیے۔ نیوز اینکرز کے انداز بیاں میں تبدیلی کے لئے کام کرنا چاہیے۔ نیوز بلیٹنز میں پاکستان کا پازیٹیو امیج پیش کرنا چاہیے۔ خبریں پڑھنے والی خواتین کو مناسب دکھنا چاہیے۔ لب و لہجے میں کچھ دھیمہ پن ہونا چاہیے۔ خبر کو تیکھے اور چٹخارے دار انداز میں پڑھنے کی بجائے معقول انداز میں پڑھا جائے کہ جس سے سننے اور دیکھنے والوں میں ناراضی، اشتعال انگیزی، بے چینی اور نفرت کے جذبات پیدا نہ ہوں۔ صرف ریٹنگ حاصل کرنے کے لئے کسی کے کردار پر بے انتہا کیچڑ نہ اچھالا جائے اور نہ کسی کی حق تلفی کی جائے۔ اصولوں میں تھوڑا ردو بدل کرکے معاشرے میں سدھار پیدا کرنے کے لئے سرگرم عمل ہوں نہ کہ نیوز اینکرز کو ایک دو سطریں دے کر شور مچانے کی کھلی چھٹی دے دی جائے۔ گزرے ہوئے کل سے اوران کامیاب تجربات سے کچھ سنجیدہ نکات

اٹھایئے، ان پر غور کیجئے، شائستہ انداز و بیاں اپنایئے اور آواز کے تاثرات کے اتار چڑھاؤ کی حد مقرر کیجئے۔ شکریہ!

## ماضی کی راحتیں اور حال کے مسائل، کچھ تقابلہ

ایک دن میں پیپل کے بہت ہی پرانے درخت کے نیچے بنے تڑھے پر بیٹھا سوچوں کے سمندر میں ہچکولے کھا رہا تھا کہ تیز ہوا کے جھونکے اور پتوں کی سرسراہٹ نے مجھے اک سکون کا احساس دیا۔ میں پھر سے اپنی فکروں کے جال میں پھنسنے لگا تھا کہ یک دم آواز آئی ''تمہارے چہرے پر پریشانی کے آثار کیوں وضح ہیں ؟'' ۔وہاں کوئی دوسرا نہ تھا تو یہ آواز کہاں سے آئی تھی۔یہ سوچتے ہوئے میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو وسیع رقبے پر پھیلا یہ درخت یوں محسوس ہو رہا تھا کہ جیسے کوئی پرندہ اپنے پر پھیلائے اپنی آغوش میں بیٹھے بچے کی حفاظت کر رہا ہو۔ میں نے جواب دیا، ''اچھا تو یہ تم ہو، بس حالات کی تنگی نے ایسا حال کر دیا ہے''۔

وہ بولا'' کیسی تنگی ؟''۔

میں نے جواب دیا، ''بس یار ! ضرورتوں نے ہر وقت منہ کھول رکھا ہے۔پے در پے نوٹ جیب سے نکلتے جاتے ہیں۔ مگر جیسے اک نا تھمنے والا سلسلہ ہے''۔

وہ بولا'' ضرورتیں ! وہ جو آج کے انسان نے خود سے بڑھالیں ہیں ۔میں نے تمہارے بزرگوں کی جوانی میں ان کو بہت خوش حال دیکھا۔ تب بھی ضرورتیں آواز اٹھاتی تھیں ۔مگر صبر و شکراور قناعت پسندی سے ان کو بہلا لیا جاتا تھا۔ چہرے پر خوشی بھی میسر ہوتی تھی۔ خوامخواہ کی دیکھا دیکھی میں گھر بار

کا سکون نہیں الجھایا جاتا تھا۔ وقتی ضرورت کی چیز لوگ ایک دوسرے سے کچھ دیر کو لے کر کام پورا کر لیا کرتے تھے۔''

ہاں کہتے تو تم ٹھیک ہو۔ گھر کے کام کاج بہت مشکل ہیں۔ بیوی نے 24 گھنٹے کے لئے کام والی کو رکھ لینے کی فرمائش کر دی ہے۔ اب اس بارے میں پریشان سا ہوں کہ اس کی تنخواہ بھی بڑھانی پڑے گی مطلب مزید خرچہ۔۔''میں نے اپنی بات بیان کی۔

درخت بولا''گھر کے کام کاج آج کے دور میں مشکل لگتے ہیں کہ جب تم لوگوں کے گھروں میں خودکار مشینیں ہیں۔ جن سے جھٹ پٹ میں کام نفاست سے نمٹ جاتا ہے۔ پہلے پہل کے لوگ یہ سب آسائشیں نہ ہوتے ہوئے بھی آرام سے اپنے کام میں مگن ہو جاتے تھے۔ خواتین کے لب و لہجے ان شکایات سے آزاد تھے۔ مگر آج ان سہولتوں کے باوجود معاملہ الٹ ہے۔ اب تو کام والیاں کئی کام نمٹا دیتی ہیں۔ ہر دوسرے تیسرے گھر میں کپڑے دھونے والی اور صفائی والی ماسی لگوا رکھی ہے۔ لیکن خود بھی کام کرنا چاہئے۔ ورنہ جسمانی اعضا کو آرام و سکون کا عادی بنا دینے سے بڑھاپے کے آغاز میں ہی کئی مسائل چست ہو جاتے ہیں۔''

میں نے کہا،''ہاں یہ تو ہے۔۔ گھر والوں کی فرمائش پر ہر ہفتے باہر کھانا کھانے جاتے ہیں کیونکہ ہر دوسرے دن کوئی سالن، سبزی ترکاری دیکھ کر کسی نہ کسی کا منہ جو بن جاتا ہے''۔

بزرگ درخت نے جواب دیا،''ایک وہ زمانہ تھا کہ جب میں نے لوگوں کو بھوکا

سوتے دیکھا۔ مگر زبان پر رب تعالیٰ سے کوئی شکوہ نہ ہوتا۔ دو وقت کی روٹی مل جانے پر دل سے شکر کے کلمات ادا کئے جاتے۔ اور وہ صرف دال سبزی ہی ہوا کرتی۔ ایسے انواع و اقسام کے کھانے کہاں، جو آج کے لوگوں اور بچوں کو میسر ہیں۔ لیکن یہ تو کھانے کی میزوں پر سجے نت نئے کھانوں کو دیکھ کر منہ بنائے رکھتے ہیں۔ سبزیاں تو کھانے کے قریب نہیں آتے۔ یہ سب بہت غلط ہے۔ سب چیزوں میں اللہ نے بے شمار فوائد رکھے ہیں۔ انسان کو چاہئے کہ ان سب کو کھائے اور چہرے کو اللہ کے شکر سے مسرور رکھے۔ ''

میں تھوڑا شرمندہ سا ہو گیا۔ پھر بولا، ''بچوں کے سکول کی فیسیں بڑھتی جا رہی ہیں۔ روز بروز نت نئے اخراجات نکال لیتے ہیں یہ سکول والے۔ یہ نہیں سوچتے کہ والدین کوئی پیسہ کمانے کی مشین نہیں۔ ان کو کسی دوسرے سکول میں بھی نہیں ڈال سکتا کیونکہ رشتہ داروں کے بچے جو اس مہنگے سکول میں پڑھتے ہیں۔ آخر ہم لوگوں کو بھی تو اپنی ناک اونچی رکھنی ہے۔ ''

وہ سمجھدار درخت کہنے لگا، ''یہی تو مسئلہ ہے آج کے دور کے لوگوں کا کہ استطاعت ہے یا نہیں، مگر دکھاوے کی خاطر خود کو اخراجات کے بوجھ تلے دھنساتے چلے جاتے ہیں۔ ایک مہنگے پرائیویٹ سکول میں اور ایک مناسب کم فیس والے سکول کی کتابوں میں مماثلت ہوتی ہے۔ مگر بس اونچے نام اور ٹھاٹ باٹ کے چکر میں پڑ جاتے ہیں لوگ۔ پڑھنے والے بچے تو ایک عام سے خستہ حال سرکاری سکول میں بھی پڑھ کر آج دیکھو اچھی جگہ پہنچ گئے۔ مگر تم لوگوں نے

شدید مقابلے کا دور برپا کر رکھا ہے۔بچت کی عادت ناپید ہو گئی ہے۔اس بارے میں ''سوچو،جیب پر نظر ڈالو اور مستقبل کے لئے کچھ بچت کر رکھو۔

ہاں، بات دل کو تو لگتی ہے تمہاری۔۔ مجھے صحت کے کچھ مسائل پیش آنے لگے ہیں'' ۔طبیعت میں سستی سی محسوس ہوتی ہے۔بچوں کے ساتھ کبھی پارک میں کھیلنے لگوں تو سانس پھولنے لگتا ہے۔ بیوی بھی جوڑوں کے درد کی شکایت کرنے لگی ہے۔یہ کہہ کر ''میں کچھ اداس سا ہو گیا۔۔

قدیم درخت بولا،''ہاں تو تم لوگوں نے زندگی گزارنے کے طریقہ کار جو بدل لئے ہیں ۔صبح اٹھ کر سیدھا آفس چلے جانا۔وہاں سارا وقت بیٹھ کر کام کرنا۔شام کو تھک کر واپس آنا اور بیٹھ بیٹھ کر سو جانا۔ تمہاری گھر والی کا گھر کے کچھ کام کرنا اور بس۔جب صحت پر توجہ ہی نہ دوگے تو گڑبڑ تو ہو گی ناں۔ پہلے کے لوگوں نے اتنی فکریں نہیں پال رکھی تھیں۔تم سب کو تو دن رات کی محنت کے باوجود آرام میسر نہیں۔دماغ میں کئی قسم کی سوچوں نے گھر کر رکھے ہیں ۔ بیوی الگ چڑچڑی اور تم الگ منہ بنائے شور مچاتے ناراضی کا اظہار کرتے ہو۔دوسروں کی آسائشوں کو دیکھتے ہوئے انھیں اپنے گھر میں لانے کے لئے پریشان رہتے ہو۔ جتنا تمہیں میسر ہے اس پر کبھی شکر نہیں کرتے۔یاد رکھو کہ کسی کو وقت سے پہلے اور قسمت سے زیادہ نہیں ملتا۔ دیکھو، تم صبح سویرے اٹھا کرو، فجر کی نماز ادا کرو، گھر کی خیر و برکت کے لئے دعا کیا کرو، پھر بیوی کے ساتھ آدھ گھنٹے کی سیر پر نکل جایا کرو۔اس سے ہشاش بشاش رہو گے اور جوڑوں

کے درد سے بھی آرام ملے گا۔پہلے کے لوگ سائیکل چلاتے تھے اوراس ورزش کے باعث کئی بیماریوں سے محفوظ رہتے تھے۔آج کی طرح نہیں کہ ہر چھوٹے موٹے کام کے لئے گھر سے نکلنے لگو تو موٹر سائیکل اور گاڑی کو بھی فورازحمت دو۔دفتر میں بھی نماز کے اوقات میں نمازادا کرو۔رات کو نماز پڑھ کر توبہ کرکے سویا کرو۔قرآن کی تلاوت کیا کرو۔دوسروں سے بھلائی کرو۔غریبوں کومت جھڑ کو۔تم سے پہلے لاکھوں آئے مگر اب کہاں ہیں؟اپنی آخری آرام گاہ میں۔تم سب بھی اس طرف جانے والی قطار میں لگے ہو۔بس اس حقیقت سے غافل ہو۔بزرگ لوگ جوان لوگوں کو کیوں نماز روزے،قرآن کی طرف بلاتے رہتے ہیں؟کیونکہ شاید ان میں سے کئی اپنی جوانی، دیوانی کے دور میں ایسے ہی غافل رہے اور اب وہ بچوں سے چاہتے ہیں کہ وہ اس بخشش کے راستے کی طرف صحیح وقت پر رجوع کرلیں۔کب کس کی باری آجائے کیا خبر۔توان سب کو اپنا معمول بناؤ۔شکوے سے شکرتک کا سفر طے کرو۔اس میں دیر مت کرو۔پھر ہر چیز کا مثبت پہلو دیکھ سکوگے۔پریشانی کی دیوار پھلانگ کر سکون کے سرسبز باغ میں قدم رکھ سکوگے۔اس طرف آؤ تو سہی۔۔۔''

اس کی باتیں سنتے سنتے میری آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔۔اور میرا سر جھکا ہوا تھا۔۔ اپنے رب سے ندامت کے مارے۔۔!

## !بعدِ اڑان تھی اک نئی دنیا

ایئر پورٹ پر چیکنگ کے تمام تر مراحل سے گزرنے کے بعد جب جہاز میں سوار ہوئی تب دل کو یقین آیا کہ میں واقعی ہی جدہ جا رہی ہوں ۔پھر یک دم ہوائی سفر کا خوف طاری ہونے لگا۔ مگر بہن کے ساتھ ہونے پر خود کو سنبھالا دئے رکھا۔جب جہاز نے رن وے پر اپنی سمت تبدیل کرتے ہوئے آسماں کی طرف رخ کر کے کسی پرندے کی طرح پر پھیلائے اڑان بھری تو یہ دلچسپ نظارہ دیکھتے ہوئے میرے چہرے پر بے ساختہ مسکراہٹ پھیل گئی۔ یہ میری زندگی کا پہلا اور بہت مختلف تجربہ تھا۔کوئی چار پانچ سیکنڈز میں ہی تمام عمارات اور گھر کسی آرکیٹیکٹ کے بنائے ہوئے ہاؤسنگ سوسائٹی کا ماڈل لگنے لگے۔ جوں جوں جہاز نے بلندی کی حدوں کو چھونا شروع کیا توں توں طبیعت میں تھوڑا فرق آیا۔ مگر پھر کچھ دیر بعد سنبھل گئی۔جب ہم بادلوں کے سنگ محوِ پرواز تھے تو موسم کی خرابی کی وجہ سے جھٹکے محسوس ہوتے جس سے آرام کرتے لوگوں کا سکون اڑ سا جاتا۔ مگر جن لوگوں نے ریل گاڑی میں سفر کر رکھا ہے تو ان کے لئے یہ چیز پریشانی والی نہیں ۔کیونکہ آپ محسوس کریں کہ آپ ٹرین میں بیٹھے ہیں۔جب جب کھڑکی کھول کر باہر کا نظارہ کیا تو عجب مناظر دیکھے۔ کبھی بادل، کبھی قدیم زمانے کی تصویروں میں دکھنے والے عجیب و غریب سیاہ پہاڑ تو کبھی وسیع و عریض سمندر۔ جن بادلوں کو میں زمین سے میلوں دور

سے دیکھا کرتی تھی، کبھی سوچا بھی نہ تھا کہ ایک دن ان کے درمیان آ بیٹھوں گی۔ان سے باتیں کر سکوں گی۔یہ بادل روئی کے گالوں کی مانند لگ رہے تھے تو کہیں منفی درجہ حرارت کی وجہ سے جمی ہوئی برف کی طرح۔جب کچھ گھنٹوں کے بعد ٹمٹماتی روشنیوں کا دیدار ہوا تو دل مسرت سے جھوم اٹھا اور جب جہاز نے لینڈنگ کے لئے زمین پر نہایت دھیمے سے قدم رکھے تو ہمارے ساتھ ساتھ تمام مسافروں نے اللہ کا شکر ادا کیا۔گھر تک کے راستے میں جا بجا سڑک کنارے لگی لائٹس بھی ہمارے ساتھ ساتھ سفر کرتی رہیں اور ہاں یہاں کی خاص سوغات، کھجور کے ان گنت درخت بھی۔

یہ علاقہ کاؤسٹ (KAUST) کہلاتا ہے مطلب کنگ عبداللہ یونیورسٹی آف سائنس اینڈ ٹیکنالوجی۔یہ ایک بہت صاف ستھرا، پر سکون، محفوظ اور آلودگی سے پاک علاقہ ہے۔یونیورسٹی کی یہ رہائشی کالونی کسی ماہر آرکیٹیکٹ کے ذہن سے کریدا گیا ایک بہت ہی بہترین ڈیزائن ہے۔یونیورسٹی کے ورکرز کو ان کی فیملی کے افراد کو مد نظر رکھتے ہوئے گھر الاٹ کئے جاتے ہیں مطلب چھوٹی فیملی تو نسبتاً چھوٹا گھر اور بڑی فیملی کے لئے قدرے بڑا گھر۔گھروں کے باہر بنے کھلے گیراجوں میں کھڑی گاڑیاں، سکوٹیز، سائیکلیں اور موٹر سائیکلیں تمام چیزیں بالکل محفوظ ہوتی ہیں۔پورے گھر کے اندر اے سی لگے ہوتے ہیں جو انڈر گراؤنڈ ہیں۔گھر کے باہر سارا وقت ہوا چلتی رہتی ہے جس سے کھجور کے درخت جھومتے

رہتے ہیں۔اس علاقے میں گورے بھی ہیں اور کالے بھی، چینی بھی تو پاکستانی بھی۔مگر سب زیادہ تر انگریزی زبان بولتے ہیں۔دوسرے سے خوش اخلاقی سے پیش آتے ہیں ۔بچے ہوں یا بڑے سب لوگ خود کو تمیز کے خول میں رکھتے ہیں۔کوئی خام مخواہ کسی کو تنگ نہیں کرتا اور نہ دوسرے کے کام میں دخل اندازی کرتا ہے۔اگر کوئی بھی خاتون یہاں پارک میں شام میں چہل قدمی کر رہی ہے تو قریبی سڑک سے گزرنے والی موٹر سائیکل یا گاڑی وہاں سے چپ چاپ اپنا راستہ لئے گزر جائے گی نہ کہ کوئی اس گاڑی میں سے منہ باہر نکالے اس لیڈی پر آوازیں کستا ہوا گزرے گا۔سب اپنے کام سے کام رکھتے ہیں ۔کوئی کسی کے لباس پر تنقید نہیں کرتا۔جس کا جو مذہب ہے وہ اس کے مطابق زندگی گزارتا ہے۔اگر کسی کو آفیشل کام ہے تو متعلقہ دفتر کے لوگ اس کے کام کو بخوبی کرتے ہیں اور ساتھ میں اچھے اخلاق کے تو کیا کہنے۔ یہاں باہر گھومتے پھرتے کوئی کسی کو رک کر دیکھنے کھڑا نہیں ہو جاتا۔سب کی اپنی زندگیاں اور مصروفیات ہیں کہ جن کے مطابق سب روزمرہ کے کام کرتے ہیں۔یہاں ایک اور بات مجھے بہت ہی عمدہ لگی کہ لوگ خالی و ویران سڑکوں پر بھی بغیر کسی وارڈن کی موجودگی کے دن ہو یا رات سگنل کی پابندی کرتے ہیں ۔ یہاں جس چھوٹے بڑے ریسٹورانٹ چلے جائیں ہر جگہ خالص اور اچھے طریقے سے پکایا گیا کھانا ملے گا۔یہ کھانے پکانے کے دوران صفائی کے اصولوں پر بخوبی عمل پیرا ہوتے ہیں ۔

یہاں کے تفریحی مقامات بہت پر سکون، پر امن اور خوبصورت ہیں۔خاص کر سمندر کے کنارے سورج کو پیلی و سرخی مائل روشنیاں پھیلاتے ڈوبتے دیکھنا کیا ہی سحر انگیز نظارہ ہوتا ہے۔لوگ اپنا اپنا سامان لئے گاڑیوں میں آتے ہیں اور سمندر کنارے.براجمان ہو جاتے ہیں۔کھاتے پیتے ہیں، بچے کھیلتے کودتے ہیں، پتنگ اڑاتے ہیں، سمندر کی لہروں کے شور سے لطف اندوز ہوتے ہیں اور سورج کو اپنی پوری رعنائیوں کے ساتھ غروب ہوتا دیکھنے کے بعد گھر چلے جاتے ہیں۔میں نے یہاں کے بچوں کو شور مچائے بغیر ایک حد تک آواز میں بات کرتے اور کھیلتے دیکھا۔سمندر کے کنارے کچھ بچے چھوٹی مچھلیاں بوتل میں جمع کر رہے تھے اور غور سے کچھ جائزہ بھی لے رہے تھے کہ جیسے کوئی ریسرچ ورک چل رہا ہو۔یہاں بڑی بڑی مارکیٹس اور شاپنگ مالز ہیں جہاں انواع واقسام کی چیزیں ایک ہی چھت تلے بآسانی دستیاب ہیں۔

کچھ گھنٹوں کی اڑان بھرنے کے بعد میں نے یکسر مختلف دنیا میں قدم رکھا ہے۔یہ ایک خوشگوار تجربہ ہے۔

میں نے کئی رائٹرز کو مختلف ممالک کے سفر کا حال سناتے پڑھا ہے۔انھوں نے ان ممالک کی تمام تر خصوصیات بیان کیں اور پھر تقابلہ کر ڈالا پاکستان سے۔اپنے وطن کو خوب تنقید کا نشانہ بنایا۔ہر کسی کی اپنی سوچ ہوتی ہے جس کے مطابق وہ کہتا اور لکھتا ہے۔میرے خیال میں ہر ملک کی ایک اپنی خاص

پہچان ہے۔رہن سہن، لباس،مذہب،روایات،زبان ، کلچر اور آب و ہوا یہ سب ایک دوسرے سے مختلف ہوتا ہے۔ہر ملک کے لوگوں کی پہچان بھی انہی خصوصیات کی بنا پر ہوتی ہے۔اگر یہاں کے انداز عجب ہیں تو ہمارے ملک پاکستان کے بھی تو رنگ ڈھنگ نرالے اور اپنائیت بھرے ہیں ۔اس کی اپنی ایک پہچان ہے۔ پاکستانی لوگ زندہ دل، جفاکش اور ذہین ہیں ۔خوبصورت اور خوش لباس ہیں ۔ میزبانی میں ان کا کوئی ثانی نہیں ۔ہاں مگر کچھ عادات ہیں کہ جن کو بدلنے کی ضرورت ہے ۔ان عادات کے بارے میں ہر آدمی خوب جانتا ہے بس تبدیلی لانے میں ذرا نکما ثابت ہوتا ہے ۔اخلاقیات کا دامن ہی تو تھامنا ہے ۔اس کے ساتھ ساتھ اپنا کام ایمانداری سے کرنا ہے ۔اپنی روایات سے نظریں نہیں چرانیں ۔ قوانین کا احترام ملحوظِ خاطر رکھنا ہے۔اور ہاں اپنے پیاروں کی صحت کے لئے اور انسانیت کی خاطر ماحول کو صاف رکھنے کے لئے صفائی پر توجہ دینا ہے ۔باقی انفرادی طور پر آپ کی شخصیت جن جن تبدیلیوں کی متقاضی ہے اور آپ کے ارد گرد جو بدلاؤ لانا ناگزیر ہے اس کے آپ کوشاں ہو جائیں ۔تو ہمارا معاشرہ بھی مہذبانہ طور پر پھلے پھولے گا۔

# بیلجیئم دھماکے۔رپورٹنگ پر ایک نظر

ایک افسوسناک واقعہ کہ جس نے ان پاکستانیوں کے دکھ ہرے کر دیے تھے کہ جن کے پیاروں کو بھی یونہی بلا وجہ موت کے منہ میں دھکیل دیا گیا تھا۔تھائی لینڈ، پیرس،ترکی کے بعد اب برسلزکے دارالحکومت بیلجیئم میں ایئرپورٹ اور میٹرو اسٹیشن پر دھماکے کرکے سینکڑوں شہریوں کو خوف وہراس میں مبتلا کیا گیا۔کئی شہری ہلاک ہوئے اور متعدد زخمی ہو گئے۔مزید اطلاعات آنے تک مزید دھماکوں کی دل خراش خبریں آتی رہیں۔وقفے وقفے سے 7 دھماکے ہوگئے۔ تمام مناظر دیکھتے ہوئے بہت دکھ ہوااور دل سے آواز آئی کہ کیسے ایک چھوٹا سا گروہ جو کہ دنیاکے مختلف کونوں میں کہیں بھی حملہ کرکے سکیورٹی پر غالب آ سکتا ہے۔سوالوں نے سر اٹھایا کہ کیااس گروہ کے لئے ہائی سکیورٹی بھی کوئی معنی نہیں رکھتی؟کیااس کی ہر جگہ پہنچ لامحدود ہے؟آخر کیوں اب یہ اتنی آسانی سے مہذب و منظم اقوام کے در بھی پار کرنے لگا ہے؟ اور یہ کہ کیا یہ اللہ کی طرف سے کوئی کڑاامتحان ہے نہ صرف پاکستان کے لئے بلکہ پوری دنیاکے لئے!!

کئی ممالک آپس میں کچھ باتوں پر الجھاؤ رکھتے ہیں۔سعودی عرب،روس شام،اسرائیل،ترکی،

اور ایران کے درمیان چلنے والی نااتفاقیوں اور جھگڑوں میں مٹھی بھر یہ لوگ اپنے مفادات حاصل کر رہے ہیں اور افراتفری پھیلا رہے ہیں۔ دنیا کے دیگر کئی ممالک موسمی تبدیلیوں سے نمٹنے اور مستقبل میں پانی کی قلت سے درپیش ہونے والے مسائل کا حل تلاش کرنے میں مصروف عمل ہیں۔اس کے ساتھ ساتھ کچھ ممالک دہشتگردوں کا قلع قمع کرنے میں تگ و دو کر رہے ہیں۔سب کی کوئی نہ کوئی سرگرمیاں چل رہی ہیں کہ جس سے روشن مستقبل حاصل کیا جاسکے۔اس دوران جب کسی ملک میں کوئی شدت پسند کوئی کارروائی کرتا ہے تو سب کی توجہ اس جانب مبذول ہو جاتی ہے اور ہر کوئی آپس کے اختلافات کو بھول کر اپنے ملک میں سکیورٹی کی صورتحال پر مزید بہتری کے لئے نظرثانی کرتا ہے۔اس صدمے کو جھیلنے والے ملک و قوم سے اظہار افسوس کرتا ہے۔پہلے تو پوری دنیا کی توجہ کا مرکز صرف پاکستان میں ہونے والے دھماکے و حملے ہوا کرتے تھے مگر اب ان دھماکوں نے دنیائے عالم کے مختلف ممالک کا رخ کر لیا ہے۔ماضی میں ناروے میں دھماکے سے ۱۱۷ افراد،اسپین میں ۱۹۱ افراد، پیرس میں اخباری جریدے کے دفتر میں گھس کر فائرنگ سے ۱۰ سے زائد افراد، پیرس میں ہی چھ سے زائد مقامات پر یکے بعد دیگرے دھماکوں میں ۱۷۸ افراد ہلاک ہوئے اور ترکی کے دارالحکومت انقرہ میں ۲۸ افراد ہلاک ہوئے۔ان واقعات کا بڑھتے جانا اقوام عالم کے لئے شدید نوعیت کا لمحۂ فکریہ ہے۔۔!

اس ساری صورتحال کے دوران میں نے کچھ نیوز چینلز کی اس واقعے پر رپورٹنگ کا جائزہ لینا شروع کیا۔ پہلے تو دو مختلف پاکستانی نیوز چینلز دیکھتی رہی۔ جیسا کہ سب کو معلوم ہے کہ ہمارے ہاں بار بار کافی وقت تک وہی چند مناظر دکھائے جاتے ہیں، میل اور فی میل نیوز اینکرز کو سکرین کے سامنے بٹھا دیا جاتا ہے اور وہ واقعے کی ہاتھ لگنے والی خبروں اور تفصیلات کو بیان کرتے چلے جاتے ہیں۔ان کی آواز کا اتار چڑھاؤ، اندازِ بیاں اور لب و لہجہ واقعے کی سنگینی کو خوب بیان کر رہا ہوتا ہے اگر واقعہ واقعی سنگین ہے ورنہ اکثر اوقات معمولی بات پر بھی کچھ زیادہ ہی اوور ہو کر آواز میں تاثرات کے ( چوکے چھکے لگاتے سنائی دیتے ہیں )۔ خیر اس دن بھی ان نیوز چینلز پر لحہ بہ لحہ خبر کئی گھنٹوں تک مسلسل دی جاتی رہی۔ نیوز اینکرز قدرے تیز بول رہے تھے۔ ساتھ ساتھ اپنے رپورٹرز سے صورتحال سے آگاہی بھی حاصل کر رہے تھے۔اس دوران چینل تبدیل کرتے ہوئے ایک انگریزی نیوز چینل لگتے ہی ریموٹ پر انگلی اور چینل پر نظر ٹھہر گئی۔اس چینل پر نیوز اینکر پرسکون انداز میں بیٹھا حادثے کے بارے میں بتا رہا تھا۔ نیچے انگریزی میں صرف یہی لکھا تھا جس کا ترجمہ تھا. برسلز دھماکے : ا ہلاک، ۲۰ زخمی ۔کافی دیر تک یہی لکھا رہا۔ اس دوران صرف دو بار ایئرپورٹ کے ایک ہی منظر کی جھلک دکھائی گئی۔ پھر رپورٹر سے گفتگو کی گئی وہ بھی لائیو رپورٹنگ کر رہا تھا لیکن بیک گراؤنڈ میں کوئی اسٹوڈیو جیسی جگہ لگ رہی تھی کہ جہاں سے وہ سارے معاملے پر بغیر جائے وقوعہ

پر ہوتے ہوئے پریشان کن صورتحال دکھا کر رپورٹنگ کرنے کی بجائے نارمل انداز میں دھماکوں کے بارے میں معلومات دے رہا تھا۔ان دونوں کی گفتگو کے دوران بھی کوئی ایسی بات دیکھنے میں نہیں آئی کہ جس سے لگے کہ کوئی بہت بڑا واقعہ ہو گیا ہے یا لوگوں کو پریشان کیا جا رہا ہو۔ کوئی شور نہیں مچایا جا رہا تھا۔ نیچے ٹکرز میں بزنس کی خبریں چل رہی تھیں۔ حادثے کی بہت کم فوٹیج دکھائی گئی۔اس کے بعد وقفہ آگیا اور خبر ختم ۔اس کے برعکس ہمارے ہاں ایک نیوز چینل پر اس وقت تک ایک غیر ملکی ایجنسی کی رپورٹ کے مطابق ۲۰ ہلاک اور ۱۰۰ زخمی بتائے جا رہے تھے۔ یو اے ای کے ایک انگریزی چینل پر بھی بہت ہی نارمل انداز میں اینکرنگ کی جا رہی تھی۔ وہاں فوٹیج دکھاتے ہوئے واقعے کے بارے میں بتایا جا رہا تھا۔اس کے بعد ریموٹ پر پھر سے انگلی چلنے لگی اور مزید انٹر نیشنل نیوز چینلز کی تلاش شروع ہو گئی۔ ایک دو عربی نیوز چینلز دیکھنے کا موقع ملا۔اس پر نیوز کاسٹر کا یہ واقعہ بیان کرنے کا انداز قدرے نارمل تھا۔ ساتھ ساتھ فوٹیج دکھائی جا رہی تھی اور تفصیلات دی جا رہی تھیں ۔کوئی شور نہیں مچایا جا رہا تھا۔دوسرے چینل پر نیوز کاسٹر عربی میں بولتے ہوئے رپورٹر سے معلومات لے رہا تھا اور رپورٹر بھی غیر معمولی طور پر پرسکون کھڑا رپورٹنگ کر رہا تھا۔ان چینلز پر کہیں بھی کوئی شور شرابہ یا پریشانی پھیلانے والی کیفیت و حالات پیدا نہیں کئے جا رہے تھے بلکہ خود کو اور اپنے اندازِ بیاں کو نارمل رکھتے ہوئے واقعہ کی تفصیلات عوام تک

پہنچائی جارہی تھیں۔ فوٹیج میں کوئی ایسا منظر نہیں دکھایا گیا کہ جس سے دیکھنے والوں کو ذہنی و دلی اذیت ہو۔ ان چینلز سے رخصت چاہی تو پھر کسی اور ملک کے نیوز چینل کی تلاش میں نظریں گشت کرنے لگیں۔ پھر ہوا یوں کہ جہاں ہاتھ رکا وہاں ایک افراتفری کا عالم مچا تھا۔ اس واقعے کی تفصیلات دیتے ہوئے نیوز کاسٹر بری طرح چلا رہی تھی۔ اس کی آواز میں ایک طوفان برپا تھا جس کو وہ اگلتے ہوئے عوام کے ذہنوں کو شدید پریشانی کے کچوکے لگا رہی تھی۔ لب و لہجے میں اتار چڑھاؤ کی بہت تیزی تھی۔ آنکھوں و کانوں نے پہلی مرتبہ اس قدر افراتفری پھیلا دینے والی یہ انڈین اینکرنگ دیکھی و سنی تھی!! خیال آیا کہ ہمارا میڈیا تو اس معاملے میں ان سے بہت پیچھے ہے اور شکر ہے کہ پیچھے ہے ورنہ کسی بھی معاملے پر ٹی وی پر خبریں دیکھتے ہوئے ایسا محسوس ہو کہ گھر سے باہر حالات انتہائی نازک ہیں یا ایسا لگے کہ بیان کیا جانے والا معاملہ بہت پیچیدہ ہے (جبکہ حقیقت اس کے الٹ ہو)۔ جب کچھ دیر بعد پھر سے پاکستانی چینلز دیکھنے کے بعد اسی انڈین چینل کا رخ کیا گیا تو اب کی بار یہ ذمہ داری ایک میل نیوز کاسٹر ادا کر رہا تھا۔ وہ بھی کم نہیں تھا۔ آواز میں وہی خصوصیات پائی گئیں جو کچھ دیر پہلے ساتھی فی میل اینکر کی آواز میں دھمال کر رہی تھیں۔ ویڈیو اور تصویروں میں بھارتی مسافروں کے قدرے نارمل تاثرات پر کہا جا رہا تھا کہ '' بھارتی مسافر بہت پریشان لگ رہے ہیں اور ان کے چہروں پر پریشانی کے تاثرات ہیں''۔ یہ دیکھ کر بہت حیرت ہوئی۔ بہت عجیب لگا

۔پھر پتا چلا کہ دونوں ممالک کے شہریوں کو کون نزدیک نہیں آنے دیتا، کون ہے جو اشتعال انگیزی پھیلاتا ہے، جو خوامخواہ بات کا بتنگڑ بنا دیتا ہے اور نفرت کو ہوا دیتا ہے!!!

ان 7 سے 8 نیوز چینلز میں خبروں کے اندازِ بیاں میں بہت تبدیلی پائی گئی۔ہمارے ہاں کے پرائیویٹ نیوز چینلز کو باہر کے نیوز چینلز کی مثبت خصوصیات پر ضرور توجہ دینی چاہیۓ۔تاکہ خبروں میں یہ جو ہر وقت حالات کی خستہ حالی کو بہتری کی طرف گامزن ترقی پر فوقیت دی جاتی ہے، اس خبری خصوصیت میں تبدیلی لائی جا سکے!

## میرا پاکستان کیسا ہو؟

میرا پاکستان اپنے نام کی طرح زندہ دل، ہنس مکھ، پر اعتماد اور باوقار ہو۔اس کا ہر باسی اپنے حصے کا پودا لگا کر اسے تناور درخت بنانے تک اس کی حفاظت کرکے اس ملک کو سبزے سے روشن کر دے۔ ارشاد'' صفائی نصف ایمان ہے'' لوگوں کے دلوں میں گھر کرلے اور وہ اپنے گھروں کے علاوہ گلی محلوں، علاقوں اور پبلک مقامات پر صفائی رکھنے کی خاطر کوڑا کرکٹ سر عام پھینکنے کی بجائے کوڑادانوں کے کھلے مونہوں میں کچرا ڈال کر ان کے پیٹوں کو سیراب کرکے ماحول کے قدرتی حسن کو بحال رکھیں۔

میرا پاکستان ایسا ہو کہ جہاں کسی بھی شعبہ میں سولہ سالہ کامیاب تعلیمی سفر کے بعد نوجوانوں کی قسمت میں دھکے نہ ہوں۔بے روزگاری کی اندھیر نگری میں خوف و طعنوں کے سائے نہ سہنے پڑے بلکہ روزگار کے مواقعوں کو آسان اور یقینی بنایا جائے۔ ہر شعبہ زندگی میں سینئرز اپنے جونیئرز کو اعتماد دیں، سراہنے میں کنجوسی نہ کریں کیونکہ ماتحت کی کوشش، لگن اور محنت مالک کے سراہے جانے کی طلب گار ہوتی ہے۔ میرا وطن ایسا ہو کہ جس میں معاملے کی گھمبیر صورتحال اختیار کر لینے سے پہلے شنوائی ہوسکے۔ مجبورو غریب لوگوں کو احتجاج کی ذلت، گرمی اور مصیبت سے بچا کر ان کے حالات کی ناارگی کو سمجھتے

ہوئے فوری اقدامات کیے جائیں۔ میرے وطن کے مسیحا (ڈاکٹر) ذاتی اغراض کی خاطر اور اپنے مطالبات کو منوانے کے لئے مریضوں کی تڑپ پر داؤ نہ کھیلتے ہوں بلکہ وہ تو اپنے فرض کی اہمیت و خدمت کے تقاضے سے باخوبی واقف ہوتے ہوئے ایک تکلیف سہتے انسان کو انسان سمجھتے ہوئے اس کے درد کی شدت کو کم کرنے میں جت جائیں۔ اس پاک سرزمین کے لوگ احساس کے جذبے سے سرشار ہوں۔ لوگ عدم برداشت کا مظاہرہ نہ کرتے ہوئے سامنے والے کو ایک مسکراہٹ دے کر اس کے بھی غصے کو ٹھنڈا کرکے گرم مزاجی کو رفع دفع کریں اور لوگوں کو اچھی مثالوں کا تذکرہ کرنے میں اپنے نام کی شمولیت کا موقع دیں۔ سب کے دل و دماغ کے رویے اتنے نرم، لچک دار اور احساس سے لبریز ہوں کہ کوئی بھی انسانیت کو کسی صورت بھی شرمندہ کرنے سے پہلے لرز اٹھے۔ ''خوش گفتار پاکستان'' تحریک کا آغاز کرکے میرے وطن کا میڈیا (ریڈیو، ٹیلی ویژن و اخبارات) اس کی تشہیر کرے اور اس مہم کے ذریعے عوام کو خوش اخلاقی کی طرف راغب کرے۔ تمام حکومتی ادارے فرض شناسی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ذاتی مفاد پر ملکی مفاد کو ترجیح دیں اور متعلقہ علاقوں کا انتظام بخوبی سنبھالیں کہ کسی قسم کا کوئی مسئلہ وہاں پنپ ہی نہ سکے۔ سیاستداں و لیڈرز اپنے حلف کا پاس رکھتے ہوئے حکومتی معاملات میں قائد کے نقش قدم پر چلتے ہوں اور اپوزیشن سڑکوں پر واویلا مچا کر عوام کے لئے مسائل کی بوچھاڑ کرنے سے باز رہ کر ہوش سے اختلافات کا حل نکال کر معاشی ترقی میں حکومت کا ساتھ دے۔ قوم کے حکمراں میں اقبال جیسی تعمیری سوچ، قائد

جیسا ٹھاٹھے مارتا ولولہ اور ایدھی جیسی بے لوث و بے غرض خدمت کا جذبہ ہو۔ میرا پاکستان ایسا ہو کہ جہاں بنیادی سہولیات تعلیم، صحت اور روٹی کا فقدان نہ ہو۔ سرکاری ملازمین و غرباکے لئے مختص کئے گئے گورنمنٹ اسپتالوں میں گندگی، لاپرواہی اور بے حسی منہ نہ چڑاتی ہو بلکہ صحت کے اصولوں کو مد نظر رکھتے ہوئے جراثیم کش ماحول میں علاج کو یقینی بنایا جائے۔ اورہاں میرے پاکستان ایسا ہو کہ جہاں کوئی بھی غربت کا ستایا ہوا اپنے جگر گوشوں کو اپنے ہی ہاتھوں سے موت کی وادی میں نہ دھکیلتا ہو، کوئی ذہنی اذیت کے بعد جذباتی ہو کر خود کشی کو گلے نہ لگاتا ہو اور نہ ہی کوئی چارپیسے کمانے کے چکر میں حلال اور حرام کے درمیان کھینچی گئی لکیر کو مٹانے کی کوشش کرے۔

میں نے اپنے تخیل میں کھینچے گئے پاکستان کے خوبصورت نقشے سے یہ جو الفاظ کی مالا پروئی ہے کاش اس کی تخیلاتی خوشبو حقیقت بن کر میرے وطن عزیز کو معطر کرکے اس کو حالات میں بہتری کا تحفہ دے کر ترقی یافتہ ممالک کی صف میں کھڑا کرکے اس کی عظمت کو چار چاند لگا دے۔۔آمین۔۔!

## پاکستان

علی: دانی! تجھے پردیس میں اپنے وطن کی مٹی کی یہی خوشبو بہت ستائے گی کہ جس سے تو فرار چاہتا ہے۔

دانیال: ہونہہ! مشکلات کی بھرمار۔

اور پھر اس نے بھی مایوس لوگوں کی طرح مسائل کا رونا رویا، تیاری باندھی اور ایک نئی دنیا کی جانب پرواز کر گیا۔

(تین سال بعد)

علی: کیا یہ تو ہی ہے؟ وہ خوش و حیران تھا۔

دانیال: ہاں ناں۔

دونوں گرمجوشی سے ملے۔

علی: یہ بتا کتنے دنوں کے لئے آیا ہے؟

دانیال: ہمیشہ کے لئے۔

علی: کیا مطلب؟

دانیال: اپنائیت، میٹھی زبان، ہم وطنوں کی آشنائی اور مٹی کی خوشبو مجھے واپس پاکستان کھینچ لائی۔۔!

# اک کاروبار ہے اب یہ مسیحائی۔۔

اب روایت قائم ہو چکی ہے کہ جب بھی کسی کے مطالبات نہ مانے جائیں تو سارے کام کاج چھوڑ کر کسی سڑک کا گھیراؤ کرکے بیٹھ جاؤ۔اس ڈگر پر اب سیاستدانوں کے ساتھ ساتھ ملک کے مسیحا بھی چل نکلے ہیں۔سب سے باعزت سمجھا جانے والا ڈاکٹری کا یہ شعبہ بھی اب ایک کاروبار بن کر رہ گیا ہے۔اس پیشے سے منسلک ہوتے جانے والے ان نوجوانوں کو اپنے پیشے کا لحاظ نہیں رہا ہے۔ینگ ڈاکٹرز کی طبیعت میں وہ سنجیدگی اور لحاظ واحساس جو اس پیشے کا تقاضا ہے،اب بہت کم رہ گیا ہے۔ان ڈاکٹرز نے تو شہر شہر تہلکہ مچا رکھا ہے۔ان کے غیر سنجیدہ رویے علی اعلان کہتے ہیں کہ دھیان رہے ہمیں کسی قسم کا مسئلہ مت ہونے دیا جائے ورنہ بہت برے نتائج بھگتنے پڑیں گے۔اور اگر سچ کہا جائے تو ان کے علاج سے دل مطمئن نہیں ہوتا۔مریض کو دیکھنے آتے ہیں تو ایسا لگتا ہے کہ ان پر کوئی تجربہ کیا جا رہا ہے۔ان کے چہرے کے تاثرات میں مریض کے درد وتکلیف میں دلچسپی کے عنصر کی خاصی کمی محسوس ہوتی ہے۔معذرت کے ساتھ،ینگ ڈاکٹروں نے اس شعبے کو جیسے کاروبار بنا لیا ہے۔یہ بن مسیحائی،مسیحا ہیں۔خدارا مریضوں کی تکلیف کی شدت کا احساس کرتے ہوئے ان پر مرہم رکھیں۔اپنے پروفیشن سے بے غرض لگاؤ پیدا کریں۔اپنے پروفیشن کے مرتبے کا کچھ خیال کیجئے۔مریضوں کو احساس دلائیں کہ آپ کو ان کے درد کا

احساس ہے اور آپ ان کی زندگی کے محافظ ہیں۔آپ لوگ اس بات کو سراسر فراموش کرتے جارہے ہیں کہ یہ تو ایک مقدس پیشہ ہے کہ جس کے لئے اللہ نے آپ کو منتخب کیا ہے تاکہ آپ دکھی انسانیت کی بے لوث خدمت کرکے ان گنت نیکیاں سمیٹ سکیں۔یہ باعزت واعلی درجے کا پیشہ تو ذاتی مفاد سے منہ موڑ کر اجتماعی سطح پر اخلاق و احساس بانٹنے کا درس دیتا ہے۔لاابالی طبیعت کے ان جذباتی ینگ ڈاکٹرز سے مریضوں کی گزارش ہے کہ جیسے آپ کا بیمار عزیز آپ کو پیارا ہوتا ہے ویسے ہی ہم بھی کسی کے پیارے، اکلوتے یا واحد سہارا ہیں چنانچہ احساس میں اس کمی بیشی کے معیار سے بالاتر ہو کر سوچیے اور اپنے پروفیشن کو مذاق بننے سے بچا کر اصل مقصد و عمل کو پہچان کر آگے بڑھیے!